نقشِ اوّل

حُسین محیؔ الدّین قادری

نقشِ اوّل

حسین محی الدین قادری

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز
365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 35168514، 042-111-140-140
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-37237695
www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	نقشِ اَوّل
شاعر	:	حسینؔ محی الدین قادری
نظرِ ثانی	:	ریاضؔ حسین چودھری، ضیاء نیّرؔ
کمپوزِنگ	:	اَحسن اِرشاد، بصیر اَحمد
ٹائٹل ڈیزائن	:	فیصل نثار
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	جولائی 2007ء (2,200)
اِشاعتِ دوم	:	اگست 2011ء
تعداد	:	1,200
قیمت	:	-/250 روپے

ISBN 978-969-32-0740-8

Web: www.hmqadri.com

Email: info@hmqadri.com

بسم الله الرحمن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

{صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ}

مجھ کو شاعر نہ کہو میؔر کہ صاحب میں نے

درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

(میر تقی میؔر)

اِنتساب

سیّدی و مُرشِدِی مجدِ دوراں

حضور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ'

کے نام جن کے فیضانِ کرم سے نہ صرف

میری ظاہری و باطنی پرورش ہو رہی ہے بلکہ

زیرِ نظر مجموعۂ کلام بھی قابلِ اشاعت ہوا ہے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	۞ شاعر کا تعارف	۱۷
۲	۞ حرفِ اوّل	۲۱
۳	۞ کلمۂ تشکر	۲۷
۴	حصہ اوّل: **حمد**	۲۹
۵	رَبِّ کریم میرے	۳۱
۶	حصہ دُوُم: **نعت**	۳۳
۷	تو سیرت و کردار میں بھی وحئ خدا ہے	۳۵
۸	تریؐ صورت ازل کی ابتداء ہے	۳۷
۹	آؤ خدا کے لاڈلے سے پیار ہم کریں	۳۹
۱۰	تقویٰ کو ہم بھی فکر و عمل میں بسائیں گے	۴۱
۱۱	یہ جنّ و ملک، نوعِ بشر، ارض و سماء ہے	۴۲
۱۲	رحمت کی گھٹا شہرِ پیمبرؐ سے اُٹھی ہو	۴۳
۱۳	سرکارؐ مجھے اپنا دیوانہ بنا دینا	۴۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۴	شعور بندگی	۴۷
۱۵	نعت سرکارؐ کی جو کہی ہے ابھی	۴۸
۱۶	انتظار	۴۹
۱۷	سلام بحضور سرورِ کونینؐ	۵۱
۱۸	آقا حضورؐ، آپؐ کی عظمت پہ ہو سلام	۶۴
۱۹	دُنیا میں آپؐ آئے تو جہاں میں بات بن گئی	۶۶
۲۰	**حصہ سوم: مناقب**	**۶۹**
۲۱	منقبت حضرت علیؓ	۷۱
۲۲	شیرِ خداؓ	۷۴
۲۳	حسنین کریمینؓ	۷۶
۲۴	شاہِ جیلاں رضی اللہ عنہ	۸۰
۲۵	منقبت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانیؒ	۸۲
۲۶	مرے طاہر بابا	۸۴
۲۷	**حصہ چہارم: تحسین**	**۸۷**
۲۸	طاہر القادری	۸۹
۲۹	قائد ہے یہ ہمارا	۹۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۰	شیخ الاسلام	۹۴
۳۱	حصہ پنجم: نظمیں	۹۷
۳۲	6 ستمبر	۹۹
۳۳	اے ماں (والدہ کے نام)	۱۰۰
۳۴	حمّاد المدنی کے نام	۱۰۲
۳۵	احمد العربی کے نام	۱۰۴
۳۶	ہر سُو اُفق پہ شامِ غریباں ہے آج بھی	۱۰۶
۳۷	پیغامِ انقلاب	۱۰۸
۳۸	روشنی	۱۱۰
۳۹	بیتے دِنوں کی یاد	۱۱۲
۴۰	ذرا اس پار بھی دیکھ	۱۱۴
۴۱	ایک منظر	۱۱۷
۴۲	اب وقت نوحہ گر ہے	۱۱۸
۴۳	نوجوان مسلم	۱۲۰
۴۴	افلاک تمہارے ہیں	۱۲۱
۴۵	حصہ ششم: نظمِ آزاد	۱۲۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴۶	جستجو	۱۲۵
۴۷	روحِ کائنات	۱۲۶
۴۸	صبحِ سعادت	۱۲۸
۴۹	حسنین کریمین رضی اللہ عنہما	۱۳۰
۵۰	دھرتی کا مان	۱۳۴
۵۱	میخانۂ حیات	۱۴۰
۵۲	اور جاگے ہوئے لوگ پھر سو گئے	۱۴۵
۵۳	تلاش	۱۴۶
۵۴	تجھے کیا ہوا؟	۱۴۸
۵۵	سوال	۱۵۲
۵۶	ایک آرزو	۱۵۴
۵۷	اِنسان معتبر ہے	۱۵۵
۵۸	چارہ گر	۱۵۸
۵۹	کھلونا	۱۶۰
۶۰	تعبیر	۱۶۱
۶۱	حصہ ہفتم: نثری نظمیں	۱۶۳
۶۲	شمع کی تڑپ	۱۶۵
۶۳	اَن دیکھی	۱۶۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۶۴	ضمیر	۱۷۰
۶۵	حصہ ہشتم: غزلیں	۱۷۳
۶۶	مجھے بس تری رہگذر چاہیے	۱۷۵
۶۷	مجھ کو اتنا آزمانا چھوڑ دے	۱۷۷
۶۸	وقت مجھ کو رُلائے جاتا ہے	۱۷۸
۶۹	ہر خواب کو تعبیر میں ڈھلنا ہے کسی روز	۱۸۰
۷۰	پھونکوں سے تلاطم کو گھٹایا نہیں کرتے	۱۸۲
۷۱	کیسا وہ قرض تھا جو ادا کر دیا گیا	۱۸۴
۷۲	فتنے غارتگر ہیں سب کچھ لوٹ گئے	۱۸۶
۷۳	دستِ یزید میں مجھے خنجر دِکھائی دے	۱۸۷
۷۴	شاخ پر اِک کلی کھلی ہے اَبھی	۱۸۹
۷۵	اے وقت! کبھی مجھ کو اُن سے بھی ملا دینا	۱۹۱
۷۶	تو نے جکڑا ہے مجھے اِک آہنی زنجیر سے	۱۹۳
۷۷	بے تاب ہم بہت ہیں، احوالِ جاں سنائیں	۱۹۵
۷۸	رات رُلانے آ جاتی ہے	۱۹۷
۷۹	ساقی! سنبھل کے چلنا، ساغر نہ ٹوٹ جائے	۱۹۹
۸۰	پینا اسے خود بادۂ وحدت نہیں آتا	۲۰۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸۱	ہلکی ہلکی مہک آ رہی ہے مجھے	۲۰۳
۸۲	ہم نے تو صرف آپ کو چاہا ہے ہمسفر	۲۰۵
۸۳	اتنی جلدی تھی چلے جانے کی آئے کیوں تھے؟	۲۰۷
۸۴	میں جانتا ہوں، مجھ سے دامن چھڑا رہے ہو	۲۰۸
۸۵	مسافر ہوں کوئی منزل دِکھا دے	۲۱۰
۸۶	جنہیں ہم سوچتے ہیں	۲۱۲
۸۷	چھوٹی رات سفر لمبا تھا	۲۱۴
۸۸	صحنِ چمن میں چاند بھی اِمشب تنہا ہوگا	۲۱۶
۸۹	تمہارا حُسن ہے کُن کا فسانہ	۲۱۸
۹۰	کبھی کھونا، کھو کے پانا دستورِ زندگی ہے	۲۲۰
۹۱	زنداں میں ایک قیدی طوفان اُٹھا رہا ہے	۲۲۲
۹۲	دِل کس لئے آج پریشان حال ہے	۲۲۳
۹۳	آنکھوں میں اَب کیا رکھا ہے	۲۲۵
۹۴	نغماتِ ہجر کیوں وہ مجھ کو سنا رہا ہے	۲۲۷
۹۵	میری منزل قدم قدم تم ہو	۲۲۸
۹۶	حصہ نہم: **قطعات**	**۲۳۱**
۹۷	دانا کبھی دریا کو سمندر نہیں کہتے	۲۳۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۹۸	ہر کوئی روتا ہے اپنے غم بھلانے کے لئے	۲۳۳
۹۹	آباد دِل کا گلستاں ہے کر گیا کوئی	۲۳۴
۱۰۰	یہ آنکھ دید کو تیری بہت ترستی ہے	۲۳۴
۱۰۱	اِک روز آ کے وہ مرے دِل میں سما گیا	۲۳۵
۱۰۲	آنکھوں کی رہگذار میں اُس کو سجا لیا تھا	۲۳۵
۱۰۳	ہے تیرے نقشِ پا کے فیض سے روشن جبیں میری	۲۳۶
۱۰۴	وہی ہیں سیفِ جلی بھی، وہی امامِ خفی	۲۳۶
۱۰۵	ناموں کو ان کے رکھا گیا تھا حجاب میں	۲۳۷
۱۰۶	عشقِ خدا سے عشقِ محمدؐ جدا نہیں	۲۳۷
۱۰۷	حصہ دہم: **فردیات**	۲۳۹
۱۰۸	دربارِ کبریا میں اے بندگانِ دانا	۲۴۱
۱۰۹	گلے طوق لعنت کا پڑنا تھا اُس کے	۲۴۱
۱۱۰	اَزل سے آپؐ ہی ہیں نگارِ کن فیکون	۲۴۲
۱۱۱	شامل مجھے سگانِ درِ مصطفیٰؐ میں کر	۲۴۲
۱۱۲	ساقی تو جام بھر مرا عرفاں کے نور سے	۲۴۳
۱۱۳	جان و دل، سکھ چین، سارے پہلے ہی سے اس کے ہیں	۲۴۳
۱۱۴	طلب گاروں کو دیدِ یار ہی سے کام ہوتا ہے	۲۴۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۱۵	باندھ لو سر پہ کفن کہ یہ جہاں	۲۴۴
۱۱۶	کیا سرمدی مزے ہیں شبِ اِنتظار کے	۲۴۵
۱۱۷	گر کر بلندیوں سے رہتے ہیں ہم سلامت	۲۴۵
۱۱۸	ساری دُنیا کی ٹھوکریں کھا کر	۲۴۶
۱۱۹	کل رات لُٹ گیا مری بستی کا میکدہ	۲۴۶
۱۲۰	مومن نہیں جو ڈرتا ہے جُہدِ طویل سے	۲۴۷
۱۲۱	بزدل ہے وہ جو نفس کو قابو نہ کر سکے	۲۴۷
۱۲۲	عشق کی تجھ کو گر طلب ہے حسینؑ!	۲۴۸
۱۲۳	تیرے لئے ہی مانگی تھی آنکھوں کی روشنی	۲۴۸
۱۲۴	رازِ ہستی کو سمجھو، سمندر ہے یہ	۲۴۹
۱۲۵	اب تو صنم کدے میں نہ رہا کوئی پجاری	۲۴۹
۱۲۶	**حصہ یازدہم: منظومات**	**۲۵۱**
۱۲۷	صاحبِ نقشِ اوّل کے لئے ایک نظم	۲۵۳
۱۲۸	صاحبِ نقشِ اوّل کے لئے ایک نظم	۲۵۴
۱۲۹	گلدستۂ دین و دانش	۲۵۶

شاعر کا تعارف

زیرِنظر شعری مجموعہ جناب صاحبزادہ حسین محی الدین قادری کی پہلی ادبی کاوش ہے۔ آپ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ ایک عظیم علمی، دینی اور روحانی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں، جنہوں نے شعرگوئی کی صلاحیت اپنے جدِامجد فریدِملت حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری علیہ الرحمۃ اور اپنے والد گرامیٔ قدر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے ورثہ میں پائی ہے۔ حضرت فریدِ ملتؒ ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت ہونے کے ساتھ ایک قادر الکلام شاعر، ممتاز ادیب، صوفی، عالمِ دین اور عارف باللہ تھے۔ اُن کی شاعری کا بیشتر حصہ دستبردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ جتنا حصہ ہم تک پہنچا ہے اس سے اُن کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اُن کے سلام کے یہ شعر آج بھی زبان زدِ عام ہیں:

میرا ہر موئے بدن اِک ساز ہو
''یا رسول اللہ'' کی آواز ہو

نفسِ امارہ کہے اِنّی سقیم
منہ کے بل گر جائے شیطان رجیم

حسین محی الدین قادری کے عظیم المرتبت والد گرامی جہاں شیخ الاسلام، مفسرِ قرآن، عظیم مجتہد، عظیم محدّث اور دانشِ عصرِ حاضر ہونے کے ساتھ جدید عصری اور اِسلامی علوم میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں وہاں اللہ رب العزت نے انہیں شعر کہنے کی صلاحیتوں سے بھی وافر پیمانے پر نواز رکھا ہے۔ ان کی کہی ہوئی متعدد نعتیں، سلام، حمدیہ و عارفانہ کلام شہرہ دوام حاصل کر چکا ہے۔ محافل میلاد اور دیگر مواقع پر آپ کے وجد آفریں کلام کو سن کر لوگ کیف و مستی کے عالم میں جھوم اُٹھتے ہیں۔

اس طرح حسین محی الدین قادری نے شعر کہنے کا ملکہ اپنے بزرگوں سے ورثہ میں پایا ہے جس کا منہ بولتا ثبوت یہ مجموعہ کلام ہے جو حمد و نعت، مناقب، نظمیں، غزلیات، قطعات اور فردیات پر مشتمل ہے۔ اس شعری مجموعہ کی ایک منفرد اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے شعری سفر کا آغاز تیرہ سال کی عمر میں دورانِ رمضان المبارک حالتِ اعتکاف میں ان قطعہ بند اشعار سے کیا:

دانا کبھی دریا کو سمندر نہیں کہتے
بھٹکے ہوئے اِنساں کو قلندر نہیں کہتے
بت خانہ جہاں یاد خدا آئے کسی کو
بھولے سے بھی یارو اُسے مندر نہیں کہتے

اس حوالے سے یہ شعری مجموعہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں زیادہ تر صاحبِ کلام کے تیرہ سال سے اُنیس سال تک صرف نوعمری کی چھ

سالہ قلمی نگارشات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے اس کے بعد بھی اُن کا شعری سفر جاری و ساری ہے لیکن ابتدائی چھ سالوں کی کاوشوں کا ثمر پیشِ نظر مجموعے کی صورت میں قارئین ادب کی ضیافتِ طبع کے لئے حاضر ہے۔

جناب حسین محی الدین قادری کا تعلیمی پس منظر مختصراً یہ ہے کہ اُنہوں نے انٹر تک تعلیم پاکستان میں حاصل کی اس کے بعد وہ کینیڈا چلے گئے جہاں اُنہوں نے گریجویشن مینجمنٹ اور پولیٹکل سائنس کے موضوع پر YORK یونیورسٹی ٹورانٹو سے کی۔ بعد ازاں فرانس کی مشہور ترین یونیورسٹی Sciences-Po پیرس سے عالمی معیشت میں MBA کی ڈگری حاصل کی۔ آج کل عالمی معیشت اور سیاست (Global Political Economy) کے موضوع پر Ph.D کر رہے ہیں۔ان ماڈرن علوم کے ساتھ ساتھ شروع سے ہی مختلف اساتذہ سے شریعت اور علومِ اسلامیہ کی بھی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔

حسین محی الدین قادری کی شاعری کا اجمالی جائزہ لیں تو اس میں دینی،فکری، روحانی اور انقلابی خیالات کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ وہ اپنے والد گرامی شیخ الاسلام کے افکارِ عالیہ سے حد درجہ متاثر ہیں اور ان کے اشعار میں اس کا پرتو واضح طور پر جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

حسین محی الدین قادری کے مجموعہ کلام پر سب سے پہلے ناقدانہ نظر جناب سید الطاف حسین گیلانی نے ڈالی اور ضروری اصلاح کی، اس کے بعد وہ جناب ریاض حسین چودھری سے اصلاح لیتے رہے۔ آخر میں راقم الحروف نے ان کے کلام کا تنقیدی و فنی جائزہ لیا اور جہاں جہاں ضرورت محسوس کی اس کی

نوک پلک سنوارنے کی خدمت انجام دی۔ موصوف کے اشعار میں اپنے والد گرامی کے زیر اثر صوفیانہ خیالات کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ آپ کی شعری صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مستقبل قریب میں صاحبِ کلام اپنے شعرگوئی کے جوہر کو مزید جلا بخشیں گے اور ان کے اشعار میں نکھار کے ساتھ جدت و ندرت کا پہلو اور زیادہ نمایاں ہو گا۔ (اِنشاء اللہ)

میں اس دعائیہ کلمہ کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

اللہ　کرے　زورِ　قلم　اور　زیادہ

ضیاء نیّرؔ

شعبہ ادبیات

فریدِ ملتؒ ریسرچ انسٹیٹیوٹ

حرفِ اوّل

مقصدیت کا نور جب رعنائی خیال کے گرد منور ہالے کھینچتا ہے تو اُفقِ دیدہ و دِل پر فکر وفن کی نئ صبحوں کے طلوع ہونے کی بشارتیں تحریر ہونے لگتی ہیں، جذبوں کی آنچ کچھ اور بھی تیز ہو جاتی ہے اور وادیٔ خیال میں بادِ بہاری چلنے لگتی ہے، مقصدیت کسی بھی فن کی آبرو ہے۔ جب صانعِ اَزل نے کوئی چیز مقصدیت کے بغیر پیدا نہیں کی تو پھر شعر و ادب کی دُنیا کیسے مقصدیت کے جوہرِ تخلیق سے محروم ہوسکتی ہے۔ ادب برائے ادب کا خودساختہ فلسفہ اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ اکیسویں صدی میں ادب برائے زندگی کا زندگی آمیز اور زندگی آموز نظریہ اپنی پوری تابانیوں اور جولانیوں کے ساتھ قریۂ لوح وقلم پر نور کی بارش کر رہا ہے۔ نور کی یہی بارش ہمارے نوجوان شاعر صاحبزادہ حسین محی الدین قادری کی کشتِ ہنر پر بھی ہو رہی ہے

مری تحریر میں علم و ادب کے پھول مہکیں گے
فقط لوگوں کو بہلانا مجھے اچھا نہیں لگتا

کومٹ منٹ کی کوکھ سے کسی تخلیق کار کے اساسی رویے جنم لیتے ہیں، حسینؔ نے اسی کومٹ منٹ کے نور سے اقلیمِ شعر میں چراغاں کا اہتمام کیا ہے۔ اوراقِ جاں پر جذبوں کی ایک کہکشاں اُترتی دکھائی دیتی ہے۔ تاریخِ ادب گواہ ہے کہ

تخلیقِ کار کے تہذیبی، ثقافتی، روحانی اور عمرانی نظریات کا کسی نہ کسی حوالے سے اس کے فن میں ضرور اظہار ہوتا ہے۔ اگر وہ شعوری طور پر ان نظریات کو چھپانے کی کوشش کرے گا تو اسے منافقت کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکے گا۔ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور شاعری دِل کا آئینہ ہی تو ہے۔ اپنے نظریات کو تخلیقی رویوں میں تبدیل ہونے سے روکنا بذاتِ خود ایک غیر تخلیقی عمل ہے اور کسی بھی غیر تخلیقی عمل کو دیارِ شعر و سخن میں داخلے کا پروانہ جاری نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ زمانۂ طالب علمی ہی میں حسینؔ محی الدین قادری مثبت اور رجائی سوچ کی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ عطیہ خداوندی ہے۔ اُنہیں یہ وافر مقدار میں ملا ہے اور اس کا بے ساختہ اظہار بھی ہو رہا ہے۔

کتنے اہداف ہیں میرے سامان میں
آسماں چاہیے، بال و پر چاہیے

حسینؔ کو یہ بال و پر تصوف نے عطا کئے ہیں۔ ان کے تمام تر اساسی رویے تصوف کی گود میں پروان چڑھے ہیں۔ تصوف کا نور انہیں وراثت میں ملا ہے۔ آپ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے صاحبزادے ہیں، میں ڈاکٹر صاحب کو اپنے عہد کی دانش سے تعبیر کرتا ہوں۔ دانشِ عصر کی جملہ تخلیقی توانائیاں انہیں ورثے میں ملی ہیں۔ شاعر کے شاعری وژن کی حنا بندی انہی تخلیقی توانائیوں سے ہوئی ہے۔

لاہور کی مٹی سے کیا کیا ہے سحر پھوٹی
اس مٹی کی خوشبو بھی سانسوں میں اتر آئی

ان کے نقشِ اوّل کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات قاری کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ شاعر ایک واضح پیغام لے کر اُفقِ ادب پر طلوع ہوا ہے۔ حسینؔ الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہیں اُلجھتے بلکہ پورے اعتماد کے ساتھ ابلاغ کے مراحل سے گزر جاتے ہیں۔ ان کی کومٹ منٹ غیر متزلزل اور غیر مشروط ہے۔ انہیں اپنے نصب العین پر کامل یقین ہے۔ ان کی شاعری تیقن کے انہی چراغوں کا عکسِ جمیل ہے۔ ان کی آواز آوازوں کے اس جنگل میں الگ پہچانی جاتی ہے۔ ان کی شاعری جذبوں کے تیز بہاؤ کا نام ہے۔ سوچ کے اَن گنت دائرے ان کے اپنے ہیں، اظہار کا سلیقہ بھی منفرد ہے۔ اپنی دُنیا آپ پیدا کرنے والے نوجوان شاعر کا مستقبل روشن ہی نہیں روشن تر ہے۔ غزل کا رچاؤ مثنوی کا بہاؤ اور نظم کی تمکنت پوری تخلیقی توانائیوں کے ساتھ ان کے شعر میں جلوہ گر ہے۔ رَبِّ کائنات نے انہیں جذبۂ عشق سے نوازا ہے۔ عشق ان کے فکری اور نظری حوالوں کا مرکزی نقطہ ہے۔ اقبالؒ نے کہا تھا

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

عشق کی یہ آگ حسینؔ کے لفظ لفظ میں الاؤ بن کر دہک رہی ہے ان کے آئینہ خانے میں عشق ایک جامد اور ساکت تصویر کی طرح محض دیوار پر آویزاں نہیں بلکہ ایک متحرک عکس کی صورت میں جلوہ گر ہے اور یہی تحرک زندگی کی سب سے روشن اور واضح علامت ہے۔ یہ شعری دستاویز رعنائیِ خیال کا دلکش مرقع ہے۔ ایک تڑپ ہے جو شاعر کو مضطرب رکھتی ہے۔ عملِ تخلیق میں یہی اضطراب مہمیز کا کام دیتا ہے۔ اور فنی ارتقاء کے مختلف مراحل طے ہونے لگتے ہیں۔ ان کا

شعری وژن کسی خاموش اور پرسکون جھیل کے مانند نہیں بلکہ ایک گنگناتی ہوئی ندی کی طرح ہے جس کی رقص کرتی موجیں زندگی اور حرکت کا پیغام دیتی ہیں۔ ان کا فن تموج آشنا ہے۔ ملتِ اسلامیہ پر صدیوں سے طاری جمود کو دیکھ کر اقبالؒ نے کہا تھا

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

کربلا کا استعارہ اپنے تمام تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کے ساتھ بھی ان کے ہاں مختلف انداز میں آیا ہے۔ تفہیم کے نئے دروازے کھلتے ہیں، سوچ اور اظہار کے نئے آفاق روشن ہوتے ہیں تو شاعر ظلم کے خلاف خود ایک صدائے احتجاج بن جاتا ہے۔

حسیؔن نے بڑے فلاسفروں کی طرح عظمتِ آدم کے گیت گائے ہیں کہ اے رَبِّ کائنات تیری اس دُنیائے رنگ و بو میں اِنسان ہی عظیم و معتبر ہے۔ آزاد نظم لکھتے ہیں تو وادی فکر و خیال کی حدود مزید پھیل جاتی ہیں۔ ان کا ڈکشن بھی اپنا ہے تفہیم کی نئی دنیاؤں کی دریافت عمل میں آتی ہے۔ اسلوب اِنتہائی دلکش ہے۔ جذبوں کی آنچ پر پگھلنے کا شعور رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری آمد اور آورد کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے۔ نقشِ اوّل میں حمد بھی ہے اور نعت بھی، منقبت بھی ہے اور غزل بھی، اکثر نظمیں تحریکی شعور کی آئینہ بردار ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ اس نے اظہارِ ذات کے لئے مختلف پیمانے اختیار کئے ہیں اور اپنے فن کو کسی ایک صنفِ سخن تک محدود نہیں رکھا۔ زندگی کے تلخ حقائق سے آنکھیں نہیں چراتے بلکہ مسائل اور مصائب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

وقت کے چیلنجوں کو قبول بھی کرتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ شاعر کا ذہن تصوف کی روشنی سے منور ہے آگے چل کر شاعر تصوف کی اسی روشنی پر اپنے فکری نظام کی بنیاد رکھے گا۔ میری دعا ہے کہ تخلیق کی شاہراہ پر اعتبار و اعتماد کی یہی روشنی چراغِ راہ بنتی رہے اور قدم قدم پر حرفِ پذیرائی اس کا مقدر بنے۔

ریاضؔ حسین چودھری

شہرِ اقبال: ۴، اپریل ۲۰۰۷

....

کلمۂ تشکر

الحمدللہ! میں حضورِ الٰہی میں شکر بجا لانے کے بعد ان تین اساتذہ کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میری کم عمری کی ناپختہ کاوش کو اپنے فن کے ذریعے اس قابل بنا دیا کہ وہ قارئین تک پہنچ سکے، ان اساتذۂ گرامی میں محترم سید الطاف حسین گیلانی، محترم ریاض حسین چودھری اور محترم ضیاء نیر شامل ہیں۔

سپاس گزار

حسین محی الدین القادری

۱۰ مئی، ۲۰۰۷ء

حصہ اوّل

حمد

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

رَبِّ کریم میرے

ہر پھول کے بدن میں، کلیوں کے بانکپن میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

کلیوں کی دلکشی میں، سورج کی روشنی میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

گفتارِ مصطفٰیؐ میں، کردار مصطفٰیؐ میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

ہر شامِ آرزو میں، ہر صبحِ جستجو میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

ہر شخص بے ردا میں، ہر صاحبِ غنا میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

بدر و حنین و خیبر، صفین و کربلا میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

ہر حسن کی جفا میں، ہر عشق کی وفا میں
مخفی ہے ذات تیری، رَبِّ کریم میرے

حصہ دوُم

نعت

ہزار بار بشوئم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن، کمالِ بے ادبی است

زباں پہ بارِ خدایا کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بو سے مری زبان کے لئے

تو سیرت و کردار میں بھی وحیٔ خدا ہے
تو صلِ علیٰ، صلِ علیٰ، صلِ علیٰ ہے

اتنا مجھے معلوم ہے سرکارِ دو عالمؐ
پوشیدہ ترے حسن میں، خود حسنِ خدا ہے

پیمانہ چھلک جائے نہ اب صبر کا میرے
اتنا تو بتا ہجر سزا ہے یا جزا ہے

ڈر ہے نہ اُتر جائے کہیں نیند میں آقاؐ
جو نشہ تیری یاد میں جاگن سے ملا ہے

خالی کوئی لوٹا نہیں، دربار سے تیرےؐ
رحمت ہے تریؐ خوب عجب فیض ترا ہے

جیون ہو کہ ہو موت ملے دیدِ پیمبرؐ
گر رُخ سے ہٹے پردہ، تو جنت بھی فدا ہے

آقاؐ کی زیارت سے حسینؔ، آنکھ ہو روشن
کیا میری نگاہوں کی طلب اس کے سوا ہے

ترئؐ صورت اَزل کی ابتداء ہے
ترئؐ سیرت ابد کی انتہاء ہے

ترے فرمان کی عظمت ہے کتنی
ترےؐ لہجے میں یزداں لب کشا ہے

شبِ ہجراں نے زخمی کر دیا ہے
ترئؐ ہی دید زخموں کی دوا ہے

عجب مجبورئ صبر و رضا ہے
کسے جا کر بتاؤں کیا ہوا ہے

چراغِ آرزو جب بجھ گیا ہو
تو پھر محروم رکھنا کیوں روا ہے

جو بچ جاؤں گناہوں کی سزا سے
یہ تیرا ہجر ہی کیا کم سزا ہے

❁

آؤ خُدا کے لاڈلے سے پیار ہم کریں
یادِ نبیؐ سے چشمِ تمنا کو نم کریں

عرشِ بریں پہ نام ہے اُنؐ کا لکھا ہوا
دِل پہ ہم اُنؐ کا اسمِ گرامی رقم کریں

میرے نبیؐ کے نقشِ کفِ پا کا احترام
رکن و مقام و مروہ و بیتِ حرم کریں

عشقِ نبیؐ کے جام سے وہ مستیاں ملیں
جو مجھ کو بے نیازِ وجود و عدم کریں

پڑھ کر درود اُنؐ کے غلامانِ بے نوا
اِس کربِ بے حساب کی شدت کو کم کریں

ہم بھی اُسی رسولؐ کی مدحت کریں حسینؔ!
تذکار جس کے حسن کا لوح و قلم کریں

تقویٰ کو ہم بھی فکر و عمل میں بسائیں گے
دِل کو حسینؑ شہرِ مدینہ بنائیں گے

اَوجِ فلک سے چاند ستارے اُتار کر
ہم بھی حضورِ پاکؐ کے رستے سجائیں گے

یہ جِنّ و ملک، نوعِ بشر، ارض و سماء ہے
تو سب کا پیمبرؐ ہے تو ہی نورِ خدا ہے

ہر سانس مری نام ترا ؐ جپتی ہے آقاؐ
ہر ہجر کے موسم میں یہی وجہِ بقاء ہے

اے شاہِ عربؐ! ایک نظر دیکھ لے مجھ کو
سائل تری دہلیز پہ صدیوں سے کھڑا ہے

رحمت کی گھٹا شہرِ پیمبرؐ سے اُٹھی ہو
اور شاخِ لب و جاں پہ درودوں کی کلی ہو

ہوں میری تمنائیں اگر قتل بھی ساری
یہ جان مگر، آپؐ کی چوکھٹ سے بندھی ہو

میں حشر کے میداں میں تجھے ڈھونڈنے نکلوں
تو آنکھ تریؐ میری حفاظت پہ لگی ہو

خاطر میں کہاں لائے گا وہ نورِ قمر کو
سرکارؐ کے چہرے پہ نظر جس کی جمی ہو

محفوظ رہے گی وہ قیامت کی اذاں تک
میت پہ اگر خاک مدینہ کی مَلی ہو

ہر پھول کے لب پر تریؐ عظمت کے ترانے
ہر شاخِ تمنا پہ ننھی سی کلی ہو

اتنی سی تمنا مرے دِل میں بھی ہے مالک!
محشر میں اُٹھوں سامنے طیبہ کی گلی ہو

مصروفِ طوافِ درِ کعبہ ہوں یہ آنکھیں
دِل میں جو تریؐ یاد کی تصویر سجی ہو

❁

سرکارؐ مجھے اپنا دیوانہ بنا دینا
اِک بار کبھی اپنا جلوہ ہی دکھا دینا

گردابِ قضا ٹوٹے، ساحل پہ پہنچ جاؤں
آقاؐ مری کشتی کو بھی پار لگا دینا

عاصی ہوں مگر، آقاؐ، بردہ میں تمہارا ہوں
رُخصت کی گھڑی آئے تو کلمہ پڑھا دینا

انداز غلامی کے کچھ مجھ کو نہیں آتے
آداب محبت کے سرکارؐ سکھا دینا

کچھ فکر سوالوں کی ہرگز نہ تجھے ہو گی
جس وقت نکیر آئیں اِک نعت سنا دینا

شعورِ بندگی

تریؐ آرزو ہی مری زندگی ہے
کہ پانا تجھے حاصلِ بندگی ہے

ہو اظہارِ اُلفت تری دھڑکنوں میں
ارے! جان و دل کی یہی بندگی ہے

طوافِ درِ یار کرتی رہے جاں
کہ عشاقِ احمدؐ! یہی زندگی ہے

❁

❁

نعت، سرکارؐ کی جو کہی ہے اَبھی
من میں کچھ روشنی سی ہوئی ہے اَبھی

آنکھ تر ہے، فلک کی مرے ہمسفر
کوئی ہستی گزرنے لگی ہے اَبھی

مسکرانے لگی ہے چمن کی ہوا
کوئی دلکش کلی سی کھلی ہے اَبھی

ذکر چھیڑا کسی نے ہے سرکارؐ کا
چاندنی اِس طرف آ رہی ہے اَبھی

❁

انتظار

تریؐ صورت جو آنکھوں میں سمائے
تو شب بھر یاد پھر تیری ستائے

جو سوئے پھر اُٹھیں گے حشر میں ہی
مجھے پھر خواب سے تو ہی جگائے

ہوئی عادت سی ایسی رَت جگے کی
خبر تیرے ملن ہی کی سُلائے

صنم! رُخصت کا ہے ہنگام سر پر
تو آئے اور دل کعبہ بنائے

نہیں ہے میکشی کا کچھ سلیقہ
مجھے ساقی ہی نظروں سے پلائے

نہیں دیدار کا شیدا فقط میں
ترا خالق بھی تجھ کو خود بلائے

مرے محبوبؐ تو اتنا حسین ہے
تری جاں کی خدا قسمیں اُٹھائے

ترے آنے سے آنگن میں بہاراں
تریؐ راہوں میں ہوں پلکیں بچھائے

رہوں گا منتظر تاعمر تیرا
یہاں تک زندگی خود روٹھ جائے

سلام بحضور سرورِ کونین ﷺ

آقا حضورؐ آپؐ ہیں سردارِ انبیاء
اُمی لقب ہیں، احمدِ مختار مجتبیٰ
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

بادل، ہوا، چراغ، زمین اور آسماں
صدقہ حضورؐ آپؐ کا ہیں برج و کہکشاں
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

سرکارؐ! بڑھ کے آپؐ سے کوئی امیں نہیں
سرکارؐ! بڑھ کے آپؐ سے کوئی حسیں نہیں
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

چہرہ، حضورؐ! شمس و قمر کا بھی فق ہوا
اُنگلی اُٹھی تو چاند کا سینہ بھی شق ہوا
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

اِسراء کی رات آپؐ تھے براق پر سوار
نور و بشر تھے سارے کھڑے محوِ انتظار
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

تھاما حضورؐ آپؐ نے ہر ذِی شعور کو
آ کر دیا فروغ، قلم کے ظہور کو
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

صدقہ حضورؐ آپؐ کے نعلین کا ملے
شاخِ دُعا پہ پھول تمنا کا پھر کھلے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

میرے حضورؐ آپؐ کی کوئی نہیں نظیر
امن و سکون و آشتی کے آخری سفیر
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

خوشبو، گلاب، نور، ہوا، چاندنی، صبا
آقا حضورؐ آپؐ کے قدموں کی ہے عطا
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

آقاؐ حضورؐ آپؐ کی روشن رہے گلی
کلمہ پڑھے بس آپؐ کا ہر پھول ہر کلی
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

نصرت خدا کی آپؐ پر سایہ فگن رہی
اوّل بھی آپؐ، آپؐ ہی ہیں آخری نبیؐ
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

آقاؐ حضورؐ آپؐ کی صورت ہے بے مثال
سیرت بھی آپؐ کی ہے اَزل ہی سے لازوال
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

خوشبو بھی جسمِ پاک کی رکھتی نہیں جواب
نقشِ قدوم آپؐ کے تابندہ آفتاب
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

ابرِ کرم نبیؐ کا برستا ہے رات دِن
دستِ عطا کا پھول مہکتا ہے رات دِن
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

ہر چیز آپؐ ہی کی ردائے کرم میں ہے
ہر حسن، ہر کمال، نقوشِ قدم میں ہے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

شاہوں کا رعُب آپؐ کے دَر کی کنیز ہے
یہ ساری کائنات بھی ادنیٰ سی چیز ہے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

آقا فقط ہیں آپؐ ہی سردارِ کائنات
نقشِ قدم ہی آپؐ کا دستارِ کائنات
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

میرے حضورؐ! شافعِ روزِ جزا بھی آپؐ
ارض و سما میں نکہتِ نورِ خدا بھی آپؐ
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

چہرہ حضورؐ آپؐ نے جس سمت کر لیا
حق نے اُسی ہی سمت کو کعبہ بنا دیا
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

نعمت عطا کی آپؐ کو رَبِّ کریم نے
سب کو عطا کیا ہے رسولِ عظیم نے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

محمود کا مقام خدا نے عطا کیا
اِذنِ جلوس عرش پر پھر آپؐ کو دیا
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

صدقہ مرے حضورؐ کا کھاتا ہے ہر بشر
زندہ ہیں ہم طفیلِ نبیؐ، قصہ مختصر
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

شمس و قمر، نجومِ فلک، آپؐ کے غلام
ہر گل بھی، ہر شجر بھی کرے آپ کو سلام
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

محبوب صرف آپؐ ہیں ہر خاص و عام کے
مقصود بھی ہیں آپؐ عظام و اُنام کے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

میرے حضورؐ آپؐ کا رُتبہ بلند ہے
مکہ و ارضِ طیبہ سدا سر بلند ہے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

اللہ کے حبیبِ مکرّم حضورؐ آپؐ
اور خلق کے شفیعِ معظّم حضورؐ آپؐ
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

سب سے جدا مقام ہے سرکارؐ آپؐ کا
مطلوب عاشقوں کو ہے دیدار آپؐ کا
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

مقصودِ "کُن فکان" بھی، لوح و قلم بھی آپؐ
سب میکشانِ عرشِ بریں کے حرم بھی آپؐ
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

بس آپؐ ہی شفیع ہیں کونین کے لئے
آنکھیں بچھی ہیں آپؐ کے نعلین کے لئے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

پاتے ہیں نور آپؐ سے سب نجم اور قمر
چشمِ کرم نہ اُٹھے تو ہوتی نہیں سحر
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

اس بزمِ کائنات کے سردار آپؐ ہیں
سب کچھ خدا کی خلق میں سرکارؐ آپؐ ہیں
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

میرے حضورؐ میرا وسیلہ حسینؓ ہیں
اور صبح و شام میرا وظیفہ حسینؓ ہیں
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

آقا حضورؐ کرتا رہا ہوں علیؓ علیؓ
مطلوب مجھ کو اِس سے ہے بس آپؐ کی گلی
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

آقاؐ میں یارِ غار کا ادنیٰ سا ہوں غلام
عثمانؓ، عمرؓ، علیؓ کے، میں جپتا ہوں سارے نام
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

پرچم شفاعتوں کا اُٹھائیں گے حشر میں
کوثر کے جام آپؐ پلائیں گے حشر میں
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

باغِ ثناء سے میں نے چنے ہیں یہ چند پھول
میرا سلام، سیدِ ابرارؐ ہو قبول
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

اس کا حضورؐ حامی و ناصر خدا رہے
دائم حسینؔ آپؐ کے دَر کا گدا رہے
بھیجوں سلام آپؐ پر سرکارؐ صبح و شام
ہو جائے میری عمر اسی ذِکر میں تمام

آقا حضورؐ، آپؐ کی عظمت پہ ہو سلام

آقا حضورؐ، آپؐ کی عظمت پہ ہو سلام
محشر تلک ہیں آپؐ ہی ہر دور کے امام

رحمت بنا کے آپؐ کو بھیجا گیا حضورؐ
ہے ساری کائنات میں فیض آپکا ہی عام

ضامن سلامتی کے بھی تاحشر آپؐ ہیں
مبنی سخا و عدل پر ہے آپؐ کا نظام

بندہ نہیں وہ ربِ عظیم و جلیل کا
جو آپؐ کا بہ ظاھر و باطن نہیں غلام

یا رَب کرم کی بھیک مجھے دم بہ دم ملے
روشن رہے چراغِ محبت مرا مدام

ہر پتّہ بھیجتا ہے سلاموں کی ڈالیاں
ہر ذرّہ کر رہا ہے محمدؐ کا احترام

بعد از خدا حضورؐ ہی کا نام ہے حسیؔن
میرا تو ایک ہی یہ وظیفہ ہے صبح و شام

نعت

دُنیا میں آپؐ آئے تو پھر بات بن گئی
چہرے سے دن تو زلف سے ہے رات بن گئی

اُمت کے غم میں بہتے ہوئے اشکِ مضطرب
اُمت کے حق میں نور کی برسات بن گئی

حسن و جمال بکھرا ہوا کائنات میں
سمٹا تو آپؐ کی ہے حسیں ذات بن گئی

ارض و سمائے کے لب پہ ہے مدحت حضورؐ کی
آدمؑ کی توبہ صرف حرفِ نعت بن گئی

صدقہ ہے یہ حسینؓ! رسولِ کریمؐ کا
کچھ بھی معاملہ ہو مری بات بن گئی

دُنیا میں آپؐ آئے تو پھر بات بن گئی
چہرے سے دن تو زلف سے ہے رات بن گئی

حصہ سوم

مناقب

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت علی رضی اللہ عنہ

علیؓ ہی اصلِ جملہ اولیاء ہیں
علیؓ ہی اولیاء کی اِنتہا ہیں

علیؓ ہیں پُر خطر راہوں کے راہی
وہ راضی بر رضائے مصطفےٰؐ ہیں

خدا تک ہیں رسائی کا وسیلہ
علیؓ ہی جادۂ خیر الوریٰؐ ہیں

لرزتے تھے عدو ہیبت سے اُن کی
علیؓ ہی مرتضیٰؓ، شیرِ خدا ہیں

نمازِ عصر کی قربان اُن پر
علی آگاہِ سِرِّ مصطفےٰؐ ہیں

انہیں خلعت عطا کی مصطفےٰؐ نے
علیؓ ہی فاتحِ بابِ وِلاء ہیں

کوئی مشکل ہو کوئی آزمائش
علیؓ ہر حال میں مشکل کشا ہیں

مدد مانگو خدا سے، اُن کے صدقے
علیؓ ہی دافعِ رنج و بلا ہیں

مرا عشق و ادب علم و عمل وہ
مرا مذہب علیؓ المرتضیٰ ہیں

علیؓ آئینہ ذاتِ مصطفےٰؐ کا
علیؓ راضی تو راضی مصطفےٰؐ ہیں

علیؓ کی رفعتیں مولا ہی جانے
کہ وہ میرے گماں سے ماورا ہیں

بجا حُبِّ علیؓ ہے شرطِ ایماں
علیؓ ہی مومنوں کے مقتداء ہیں

حسینؓ اُن کی کروں میں مدح کیسے
علیؓ عظمت کی ایسی اِنتہا ہیں

شیرِ خدا رضی اللہ عنہ

سلطان ہیں ہر دور کے سلطان ہیں علیؓ
ایمان میرا اور مری جان ہیں علیؓ

سردارِ کائنات کا فرمان یاد ہے
مومن ہیں اور دین کی پہچان ہیں علیؓ

حُبِّ علیؓ اگر نہیں حاصل تو کچھ نہیں
روحِ دل و نظر، مری بھی جاں ہیں علیؓ

خیبر کا باب اُن کی شجاعت کا ہے گواہ
جرأت، یقین و عزم کی پہچان ہیں علیؓ

فیضانِ مصطفےٰ سے ہے معمورِ زندگی
کہتا ہوں سچ کہ حاصلِ ایمان ہیں علیؓ

مولا علیؑ کی دید کی ہے آرزو مجھے
ملت کے فرد فرد کا ارمان ہیں علیؑ

معمور اُن کا قلب ہے حبِّ رسولؐ سے
آقاؐ کی قربتوں کا بھی سامان ہیں علیؑ

شام و سحر، حسینؑ، کروں ذکرِ پنجتن
میری سخنوری کا بھی عنوان ہیں علیؑ

❁

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

ہے مرتبہ بلند حسنؓ کا، حسینؓ کا
کرنوں کے پھول آپ ہی باغِ نبیؐ کے ہیں
عالی نسب ہیں، آپ کا ہمسر نہیں کوئی
نورِ نظر یہ زہراؓ و مولا علیؓ کے ہیں

بچے وہ خوش نصیب تھے اس کائنات میں
کانوں میں جن کے آپؐ نے آ کر اذان دی
بختِ رسا پہ رشک فرشتے کریں تو کم
آقاؐ نے چوسنے کو بھی اپنی زبان دی

دونوں پہ مصطفےٰؐ و خدا کا ہے یہ کرم
حکمت حسنؓ کی ہے تو سخاوت حسینؓ کی
آقا حضورؐ نے ہے نوازا انہیں بہت
کیا عزمِ آہنی ہے شہادت حسینؓ کی

کیونکر نہ ان کو اپنا وسیلہ میں مان لوں
جن کے لبوں کا بوسہ لیا ہے حضورؐ نے
علم و عمل میں ان کی میں اب کیا مثال دوں
مصحف کا نور جن کو دیا ہے حضورؐ نے

خورشیدِ امن آپ حسنؓ، ہیں جہان میں
پرچم مرے حضورؐ کا لہرایا آپ نے
شمشیرِ بے نیام ہیں ابنِ علیؓ، حسینؓ
سورج یزیدیوں کا ہے گہنایا آپ نے

قرباں جائیں فہم و فراست پہ یا حسینؓ
اُمت کو اتحاد کا پیغام دے گئے
اللہ نے چاند چہرہ کیا آپ کو عطا
دُنیا کو امنِ دائمی کا جام دے گئے

پڑھتا رہوں گا عمر بھر چہرہ حسینؓ کا
وہ جو ہیں سر زمینِ عرب کے بھی شہسوار
صدقے میں جن کے حرفِ صداقت ملا ہمیں
ان پر مرے قلم کی ہوں رعنائیاں نثار

گرمی سے تپ رہا تھا جب میدانِ کربلا
وہ تشنہ لب نبیؐ کا نواسہ نکل پڑا
پیرِ فلک کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے
مقتل میں خون بکھرا تھا آلِ رسولؐ کا

نیزے پہ سر تھا میرے نبیؐ کے حسینؓ کا
تاریخِ انقلاب کو کیسے مٹاؤ گے
تاریخ کر رہی ہے انہیں آج بھی سلام
محشر کے دن حضورؐ کو کیا منہ دکھاؤ گے

میں اُمتی ہوں سیدِ ساداتؐ کا، حسینؑ!
ادنیٰ سا اک غلام ہوں آلِ رسولؐ کا
لکھتا ہوں پنجتن کے قصیدے ورق ورق
ہر پھول انتخاب ہے شاخِ بتولؓ کا

❁

شاہِ جیلاں رضی اللہ عنہ

سائل ہوں میں، تیرا ہی دَر چاہیے مجھے
یا غوثؓ! تیری سمت سفر چاہیے مجھے

بارش بجھائے پیاس یہ ممکن نہیں کبھی
دَر پر کھڑا ہوں جامِ نظر چاہیے مجھے

جس سے میں اپنے من میں اُجالے بکھیر دوں
نورِ محمدیؐ کا گہر چاہیے مجھے

میں میزبان شاہِ مدینہ کا بن سکوں
بغداد کی زمین پہ گھر چاہیے مجھے

جس میں سجی ہو آپؐ کی تصویر رات دِن
دِل کے جہاں میں ایسا نگر چاہیے مجھے

جو میرے سَر کو آپکے قدموں میں ڈال دے
ایسا کوئی امیرِ سفر چاہیے مجھے

❁

سیدنا طاہر علاؤ الدینؒ

شہزادۂ غوث الوریٰ طاہر علاؤ الدین ہیں
نورِ نگاہِ مصطفیٰؐ طاہر علاؤ الدین ہیں

آپ ہی ہیں پیکر شانِ ولایت سر بہ سر
منبعِ جود و سخا طاہر علاؤ الدین ہیں

آپ کا ہے مرتبہ دونوں جہاں میں سر بلند
صاحبِ صدق و صفا طاہر علاؤ الدین ہیں

آپ ہی ہیں شاہِ جیلاں کے چراغِ آرزو
مرکزِ عشق و رضا طاہر علاؤ الدین ہیں

ہیں گلستانِ علیؓ کے آپ ہی تازہ گلاب
ضامنِ حسن و وفا طاہر علاؤ الدین ہیں

جن کے صدقے سے ملا کرتی ہے خیراتِ کرم
ایسی رحمت کی ردا طاہر علاؤ الدین ہیں

آپ ہیں کامل ولی قطب ربِّ ذوالجلال
ناقصوں کے رہنما طاہر علاؤ الدین ہیں

آپ کی منہاجِ قرآں پر ہے چشم التفات
مقتدا و پیشوا، طاہر علاؤ الدین ہیں

مرے طاہر بابا

ہیں خیر کا عنواں مرے طاہر بابا
ہیں پیکرِ احساں مرے طاہر بابا

ملتی ہے عقیدے کی ہدایت اسی دَر سے
ہیں منبعِ عرفاں مرے طاہر بابا

سب اہلِ دل و فکر ہوئے اُن پر قرباں
ہیں رہبر و جاناں مرے طاہر بابا

ہے موجزن بحرِ معارف اسی دَم سے
ہیں گویا اِک سیلِ رواں مرے طاہر بابا

میخانۂ ساقئ دوراں ہے یہ منہاج
ہیں نعمتِ یزداں مرے طاہر بابا

گفتار سے کانوں میں عجب گھولتے رَس ہیں
کس درجہ ہیں شیریں بیاں مرے طاہر بابا

للکار سے باطل پہ ہوا لرزہ سا طاری
ہیں گویا اِک تیغ فساں مرے طاہر بابا

سرشار جو ہوتے ہیں کبھی جلوۂ حق سے
جاں آپ پہ قرباں مرے طاہر بابا

تو دینِ پیمبرؐ کا ہے داعی و محافظ
ہو مولا تیرا نگہباں مرے طاہر بابا

دیکھے جو انہیں کوئی بلا بُغض و تعصّب
ہیں حق کی وہ بُرھاں مرے طاہر بابا

مدہوش نہیں جام و سبو پی کے بھی کتنے
ہیں وہ رہبرِ رنداں مرے طاہر بابا

دیکھا جو حسینؒ اُن کو تو یہ راز سمجھ آیا
آقاؐ کے ہیں درباں مرے طاہر بابا

❁

حصہ چہارم

تحسین

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

طاہر القادری

ریزہ ریزہ ہے اُمت کا امن و سکوں
حالِ دِل دوستو! کس زباں سے کہوں
ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے یہ دَر بدر
کھا گیا اس کو کب سے فریبِ نظر
منزلوں کا نشاں طاہر القادری
عہدِ نو کی زباں طاہر القادری

فکرِ مغرب نے تھے جو بجھائے دیے
اس نے آ کر وہ کتنے جلائے دیے
شہرِ شب میں چراغِ وفا بھی نہیں
شب کے ہونٹوں پہ حرفِ دُعا بھی نہیں
منزلوں کا نشاں طاہر القادری
عہدِ نو کی زباں طاہر القادری

ہیں گلستاں میں تہذیبِ مغرب کے رنگ
ہے دِلوں میں کوئی ولولہ نہ اُمنگ
جسم و جاں ہیں مقیّد ہوئے ہر طرف
پست قد حکمراں ہیں ملے ہر طرف
منزلوں کا نشاں طاہر القادری
عہدِ نو کی زباں طاہر القادری

اپنا کردار نیلام ہے کر دیا
دامنِ دِل جنازوں ہی سے بھر دیا
اب بدن میں حرارت نہ حسنِ عمل
تازہ خوشبو چمن میں نہ کوئی کنول
منزلوں کا نشاں طاہر القادری
عہدِ نو کی زباں طاہر القادری

مقتلِ شہر میں سب ہی معصوم ہیں
آ گہی کی سحر سے ہی محروم ہیں
موسمِ گل گلستاں میں کب آئے گا
بزمِ ہستی کا یہ دور کب جائے گا
منزلوں کا نشاں طاہر القادری
عہدِ نو کی زباں طاہر القادری

اُمتِ بے نوا کو نظر کھا گئی
کیوں مقدّر پہ کالی گھٹا چھا گئی
لُٹ گئی بندگی، پٹ گئی زندگی
آہ، جیون میں ہے صرف شرمندگی
منزلوں کا نشاں طاہر القادری
عہدِ نو کی زباں طاہر القادری

قائد ہے یہ ہمارا

وہ علم کی ہے مشعل وہ معرفت کا دھارا
اس نے فقط خدا کو ہر حال میں پکارا
قائد ہے یہ ہمارا
قائد ہے یہ ہمارا

اللہ سے دُعا ہے، آقاؐ سے التجا ہے
ٹوٹے ہوئے دِلوں کا قائم رہے سہارا
قائد ہے یہ ہمارا
قائد ہے یہ ہمارا

یہ نعمتِ خدا ہے یہ نویدِ مصطفیؐ ہے
ہر دِل کی ہے یہ ٹھنڈک، ہر آنکھ کا ہے تارا
قائد ہے یہ ہمارا
قائد ہے یہ ہمارا

ہر سو اُفق پہ اس نے ہے روشنی بکھیری
گلزارِ فکر کی ہر ہے ہر شاخ کو سنوارا
قائد ہے یہ ہمارا
قائد ہے یہ ہمارا

علم و ہنر سے دامن ہر اِک کا بھر دیا ہے
عزم و عمل پہ اس نے ہر شخص کو اُبھارا
قائد ہے یہ ہمارا
قائد ہے یہ ہمارا

عشقِ نبیؐ کی اس نے اِک جوت ہے جگائی
ربطِ نبیؐ کا جذبہ سینوں میں ہے اُتارا
قائد ہے یہ ہمارا
قائد ہے یہ ہمارا

شیخ الاسلام

تجھ کو طاہر سلام کرتے ہیں
یہ جہاں تیرے نام کرتے ہیں

دانشِ عصرِ حاضر و موجود
ذکر سب تیرا عام کرتے ہیں

نور کی ہوتی ہے وہاں رم جھم
آپ جس جا قیام کرتے ہیں

غوثِ اعظمؓ کا وا ہے میخانہ
وہ عطا تجھ کو جام کرتے ہیں

ہے درِ جاناں پہ حسیںؔ کھڑا
کب کرم اس پہ عام کرتے ہیں

حصہ پنجم

نظمیں

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

6 ستمبر

وہ سرفروش بیٹے ملت کے پاسباں تھے
ارضِ خدا پہ اپنے ماضی کی داستاں تھے

اہداف میں عدو کے افکارِ نو تھے شامل
سیلِ بلا کی زد میں دیوار و دَر کہاں تھے

جن کے لہو نے لکھی، تاریخ بانکپن کی
وہ مادرِ وطن کے پرعزم نوجواں تھے

اے ماں
(والدہ کے نام)

اے ماں! تیرے قدموں کی کیا بات ہے؟
کہ جنت بھی تلووں کی سوغات ہے
خدا بھی مہرباں، اگر تو ہو راضی
وہ ناخوش، خفا گر، تری ذات ہے

تو ہے شبنم کبھی، تو ہے شعلہ کبھی
پیار تیرا طوفاں بھی ہے، دیپ بھی
یہ گنگا، یہ جمنا، یہ راوی کی ٹھنڈک
ترے ہی تبسم کی، خیرات ہے

ترا چاند سا چہرہ، تکتے رہیں
ترا جلوہ، ہر روز، کرتے رہیں
تا ابد تو رہے، ہم پہ سایہ فگن
عجب تیری اُلفت کی برسات ہے

یہ جتنے بھی، سیپوں سے، موتی بنے
بہاروں کے آنگن میں، تارے کھلے
یہ فلک کی چمک، زندگی کی دھنک
یہ ماں ہی کی واللہ! طلسمات ہے

❁

حمّاد المدنی کے نام

لختِ فریدِ ملّت، حمّاد مصطفیٰ ہے
ہم سب کو ہو مبارک کیا لطفِ کبریا ہے

چمکے شباب تیرا اِک آفتاب بن کر
میرے دل کی دھڑکنوں میں ہر دم یہی دُعا ہے

تاباں مثالِ نیّر رہے صورت اور سیرت
پاکیزگی کا پیکر، تُو مُرقّعِ حیا ہے

تیرے چلَن میں نزہت تیرے پھَبن میں نکہت
تیری سلامتی پر سو جان بھی فدا ہے

ترا ذوق آسمانی، ترا شوق لا مکانی
چھوٹی سی عمر میں بھی تو عازمِ بقا ہے

تیرے اندر ایک رُومی، تیرے اندر ایک طاہر
تُجھے فیضِ غوثیت نے سرشار کر دیا ہے

❁

احمد العربی کے نام

اُداسی کے عالم میں، خوشیاں لٹائے
جِدھر بھی چلے رونقیں ساتھ لائے

سمٹنے لگیں اُس طرف فاصلے سب
وہ ننھے قدم جس طرف بھی اٹھائے

جذبِ درُوں اُسکو کرتا ہے رقصاں
جہاں کوئی نعتِ نبیؐ گنگنائے

تُو کہ ہے شیخِ اکبر کا فیضان احمد
خدا تُجھ کو اُن کا ہی وارث بنائے

تُو پیدا ہوا تو تصور میں میرے
جو لاکھوں ستارے تھے سب جھلملائے

دُعا ہے یہی ربِّ کعبہ سے میری
کہ تو خواب میرے حقیقت بنائے

❁

ہر سُو اُفق پہ شامِ غریباں ہے آج بھی

دِل ہے اُداس، آنکھ یہ ویراں ہے آج بھی
ہاتھوں میں میرے اپنا گریباں ہے آج بھی

اِنسان اپنے ظاہر و باطن کے روبرو
اُجڑے ہوئے نصیب پہ حیراں ہے آج بھی

من میں کسی نے جھانک کے دیکھا نہیں کبھی
اندر کا آدمی تو پریشاں ہے آج بھی

ملنا نہیں تھا ان کو، ملتا نہیں ہے اُن کو
اپنی رقیب گردشِ دوراں ہے آج بھی

پھر ریگزار حرمتِ انساں میں خون ہے
ہر سُو اُفق پہ شامِ غریباں ہے آج بھی

یہ ریگِ کربلا ہے، نیزے پہ سر دھرا ہے
جرأت کے قافلوں کا نگہباں ہے آج بھی

پیغامِ انقلاب

پیغام مصطفیؐ کا ہر شخص کو سنا دو
آداب زندگی کے ہر شخص کو بتا دو

ہر شخص بے ردا ہے ہر شخص بے نوا ہے
دو، چار ظالموں کو سولی پہ ہی چڑھا دو

ہر قریۂ نفس میں سرکارؐ کی ہو محفل
عشقِ نبیؐ کی مشعل ہر روح میں جلا دو

جمہور ہی ہے وارث دھرتی کے نا خداؤ!
دیوارِ آمریت ہر حال میں گرا دو

مایوسیوں کے سائے گھرے ہوئے ہیں قائد!
مانندِ مہرِ تاباں جینا ہمیں سکھا دو

ہیں گرم تیرے آنسو فیضِ حُسینیت سے
ان آنسوؤں سے ہر سو اِک آگ سی لگا دو

روشنی

چھن چِھن کے روشنی مگر آتی ہے کس لئے
خوابیدہ آرزو کو جگاتی ہے کس لئے

کتنے بدن خلوص کی چادر میں چھپ گئے
شب یوں تھپک کے سب کو سلاتی ہے کس لئے

سجدوں میں بھی ریا کا عنصر ملا ہوا ہے
پھر بھی یہ رات قرب دلاتی ہے کس لئے

قدرت ہر ایک شب میں اندھیرا بکھیر کر
تاروں کو آسماں پہ جلاتی ہے کس لئے

یہ زندگی ابھی تک گردش میں ہے ہماری
اَن دیکھی رہگزر پہ ہی جاتی ہے کس لئے

بیتے دنوں کی یاد

(ٹورانٹو میں)

آنکھوں میں اچانک یوں کیسی نمی آئی
لگتا ہے کوئی ٹہنی پھر یاد کی لہرائی

اِک قربت جاناں تھی اور لذتِ اُلفت بھی
یکدم ہی مقدر میں لکھی گئی تنہائی

سوچا نہ کبھی میں نے یہ وقت بھی آئے گا
تنہائی کی راتوں سے یوں ہو گی شناسائی

کیا محفلِ دلبر تھی کیا حسن کے جلوے تھے
بجتی ہے سماعت میں ہر لمحہ وہ شہنائی

دِن رات بدلتے ہیں، سب لوگ بدلتے ہیں
پھر رنگِ زمانہ سے کیوں آنکھ ہے بھر آئی

لاہور کی مٹی سے کیا کیا ہے سحر پھوٹی
اب مٹی کی خوشبو بھی سانسوں میں اُتر آئی

ذرا اِس پار بھی دیکھ

سورج کی آب و تاب کو تم دیکھتے تو ہو
اس حسنِ ماہتاب کو بھی سوچتے تو ہو

پتوں کو ذرا، سرد ہواؤں کو کبھی دیکھ
پروانوں کو، پُرکیف شعاعوں کو کبھی دیکھ
اَفلاک پہ بھی کالی گھٹاؤں کو کبھی دیکھ
سوکھے ہوئے پھولوں کی دُعاؤں کو کبھی دیکھ

سورج کی آب و تاب کو تم دیکھتے تو ہو
اس حسنِ ماہتاب کو بھی سوچتے تو ہو

ان جھوٹے خداؤں کی اناؤں کو کبھی دیکھ
اس جبرِ مسلسل کی اداؤں کو کبھی دیکھ
کچلے ہوئے اِنساں کی صداؤں کو کبھی دیکھ
مظلوم کی بے تاب دُعاؤں کو کبھی دیکھ

سورج کی آب و تاب کو تم دیکھتے تو ہو
اس حسنِ ماہتاب کو بھی سوچتے تو ہو

معصوم سے بچوں کے گناہوں کو کبھی دیکھ
مقتل میں جو نافذ ہیں سزاؤں کو کبھی دیکھ
جلتے ہوئے شہروں کی فضاؤں کو کبھی دیکھ
کچلے ہوئے لوگوں کی ''اناؤں'' کو کبھی دیکھ

سورج کی آب و تاب کو تم دیکھتے تو ہو
اس حسنِ ماہتاب کو بھی سوچتے تو ہو

غیرت پہ پڑی دُھول کی چھاؤں کو کبھی دیکھ
اعمال کبھی، اپنی عباؤں کو کبھی دیکھ
اس آگ میں جلتے ہوئے گاؤں کو کبھی دیکھ
جان اپنی لٹاتی ہوئی ماؤں کو کبھی دیکھ

سورج کی آب و تاب کو تم دیکھتے تو ہو
اس حسنِ ماہتاب کو بھی سوچتے تو ہو

ایک منظر

آزاد پرندے ہیں، آزاد فضاؤں میں
جگنو سے چمکتے ہیں مہکی ہوئی چھاؤں میں

اِنساں کی نگاہوں میں چمکی ہیں تمنائیں
شیروں سے تہلکہ ہے جنگل کی ہواؤں میں

مسکن کی طرف لوٹا ہر ایک مسافر ہے
منزل کی تڑپ دیکھی ان تیز ہواؤں میں

''ملبوس'' حکومت ہے لیکن یہ حقیقت ہے
دہشت ہے فضاؤں میں، وحشت ہے صداؤں میں

اب وقت نوحہ گر ہے

اے نوجوان مسلم! کیوں خود سے بے خبر ہے
غفلت ہے تیری سیرت، ترا علم بے ثمر ہے

دُنیا کی دِل لگی میں تو کھو گیا ہے کب سے
تخلیق تیری ناداں! یہ رشکِ صد قمر ہے

تیرے قدم تھے چومے، کیا کامرانیوں نے
اندلس کی خاک پر جو چمکی تو وہ سحر ہے

نام و نشاں تمہارا، دُنیا مٹا رہی ہے
رودادِ شام و کوفہ سے، مبداءِ سفر ہے

ویران ساعتوں سے منظر اٹا ہوا ہے
کل وقت نغمہ زن تھا، اب وقت نوحہ گر ہے

پہچان کر تو اپنی اے نوجوان مسلم!
ہر گام اب بھی روشن تیرے لئے سحر ہے

ظلمت کدوں میں گم ہے تیرا وجودِ نوری
افسوس آج تیرا کیوں تیرگی میں گھر ہے

وقتِ عروج کو ہے پھر لوٹ کے ہی آنا
کیوں قافلہ تمہارا رستوں سے بے خبر ہے

نوجوان مسلم

مولا سے ڈرنا سیکھے گا
تب نفس سے لڑنا سیکھے گا

مومن کو ملے گی عزت جب
اِک نام پہ مرنا سیکھے گا

محنت کا علم جب تھامے گا
تب باطل ڈرنا سیکھے گا

افلاک تمہارے ہیں

پیوستہ عزیمت سے تقدیر ستارے ہیں
جرات ہو نمو کی گر افلاک تمہارے ہیں

بادل کا گرجنا اور بجلی کا چمکنا سب
جاں سوز بہت تیری آہوں کے شرارے ہیں

تم زیست کی منزل کے بے خوف نگہباں ہو
یہ خار بھی مثلِ گل ہمزاد تمہارے ہیں

کیا اپنا مقدر ہے دیکھیں تو ذرا ہم بھی
یہ سیج ہے پھولوں کی یا زخم ہمارے ہیں

پھر غیرتِ مسلم کو للکارا عدو نے ہے
مقتل میں جو نکلے ہیں جانباز ہمارے ہیں

ہیں اہلِ ہمم رقصاں تلواروں کے چھاؤں میں
ہر رت میں انہی نے یہ حالات سنوارے ہیں

لازم ہے حسینؔ اُن کے قدموں کے نشاں ڈھونڈیں
جو چاند علیؓ کے ہیں، زہراؓ کے دلارے ہیں

حصہ ششم

نظم آزاد

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

جستجو

تو سب سے نہاں
تو سب پہ عیاں
تو مالک بھی ہے اور مختار بھی
تو ہی سب کا خدا
سب تری ہی رضا کے طلبگار ہیں
جستجو میں تری سب ہیں نکلے ہوئے
میں کہاں جاؤں اب کھوجنے کو تجھے
ہے تو شہ رگ سے بھی میری نزدیک تر
اور ہے تو ہی ہر جاں کے اندر مکیں
میں ہوں طالب ترا
مجھ کو دکھلا دے تو
پھر سے شہرِ خنک کے وہ منظر جہاں
حسن تیرا ہے سب پر بخوبی عیاں

روحِ کائنات

ہے روحِ کائنات
تری ذات اے خدا
لپٹے ہوئے ہیں ارض وسما نور میں ترے
تو رَبِّ کائنات
تو حسن لازوال
تیرے ہی نور سے ہے
روشن ہر اِک دماغ
آباد ہے یہ دُنیا
تیرے ہی امر کن سے
شاداب ہیں یہ روحیں
جامِ الست پی کر

وہ حقیقتِ محمدؐ
تری ذات کی وہ مظہر
وہی نورِ اوّلیں ہے
وہ ظہورِ آخریں ہے
اسی فیضِ سرمدی سے
تا حشر روشنی ہے
ہر سمت زندگی ہے
ہر سمت تازگی ہے

صبحِ سعادت

آپ آئے تو بزمِ ہستی میں
روشنی آسمان سے اُتری
خوشبوئیں محوِ رقص ہونے لگیں
موسمِ گل کے خیمے سر روز و شب
مرکزِ نور و نکہت کا آنگن بنے
ہر طرف نور کا مینہ برسنے لگا
ہر طرف چاندنی مسکرانے لگی
ہر طرف روشنی لہلہانے لگی
چہرۂ نور پر آنسوؤں کی سحر
خالقِ دو جہاں کو پسند آ گئی
آپ کی ہر ادا
آپ کا ہر چلن

روحِ کونین ہے جانِ کونین ہے
حسن بے مثل ہے یا نبیؐ آپؐ کا
حرفِ مدحت ہی نعتِ نبیؐ بن گئے
آپؐ کو ہے شفاعت کا پرچم ملا
یا نبیؐ! چشم رحمت ادھر بھی کبھی
یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

شہزادگانِ سید سادات، مرحبا
عظمت کا تاج آپ کے سر پر ہے آج بھی
مہکی ہوئی ہے کشتِ دُعا آپ کے طفیل
نانا کے دینِ پاک کی توقیر آپ ہیں
گلزارِ مصطفیؐ میں کھلے دو حسین پھول
حسنینؓ، میرے آقا و مولا نے ہے کہا
شیرِ خدا کے شیر ہیں
میرا سلام لیں
سردار اِس جہاں میں بھی حسنینؓ آپ ہیں
وارث جہانِ رحمت و بخشش کے آپ ہیں
رتبہ بلند کتنا ہے شہزادگان کا
سرکارؐ نے جو منصب ''مِنّی'' عطا کیا

اور چوسنے کو اپنی زباں کا دیا گلاب
کرتے ہیں اس پہ رشک فرشتے سرِ فلک
کتنے ہیں خوش نصیب کہ زہراؑ کی گود میں
کھولی ہے آنکھ...... ارض و سما بھی کریں سلام
عشقِ نبیؐ ہی عشقِ خدائے عظیم ہے
پانا اگر ہو عشقِ رسالت مآبؐ کو
لازم ہے دِل میں اُلفتِ حسنینؑ ہو، حسینؔ!
قربان اُن کے نوری مقدر پہ کل جہاں
سردارِ کائناتؐ نے چومے ہیں اُن کے لب
میں ان حسین چہروں کا صدقہ ہوں مانگتا
میں ان کے علم وفن کی بھلا
کیا مثال دوں
نورِ اَلست جن کو وراثت میں ہے ملا
بنتِ نبیؐ کی گود میں پائی ہے پرورش

آقاؐ نے ان نفوس کو کملی میں لے لیا
مولا حسنؓ ہیں امن کا خورشیدِ بے مثال
پرچم مرے حضورؐ کا ہے جن کے ہاتھ میں
قربان ہوں حسنؓ کی فراست پہ آج بھی
اُمت کو انتشار سے جس نے بچا لیا
کردار منفرد ہے حسنؓ کا، عجیب ہے
ہے غیرتِ نبیؐ کو نبھایا حسینؓ نے
مولا حسینؓ بن کے رہے سیفِ حق، حسینؑ!
مولا حسینؓ ندرت کردار کی مثال
کرتا رہوں گا آپ کی توصیف میں بیاں
ہے زندگی میں آج بھی
اِک کربلا بپا
خیمے جلے ہوئے ہیں غلاموں کے ہر طرف
بکھرا ہوا ہے خون شہیدوں کا آج بھی

منظر، حسینؑ! شامِ غریباں کا دیکھ کر
چشمِ تصورات میں نیزے پہ ایک سر
قرآن پڑھ رہا ہے، فضاؤں میں اب تلک
لوحِ جبینِ وقت پر تحریر کر دیا
سر اُمتِ حضورؐ کا جھکنے نہ پائے گا
دینِ مبین حشر تک بِکنے نہ پائے گا

دھرتی کا مان

زخم بھر جائیں گے
رات کٹ جائے گی
ظلمتِ شب کو کافور ہونا ہی ہے
آج دہقان پر
آج مزدور پر
خاک گرتی رہی ہم نشیں رات بھر
بھوک اُگتی رہی
زر پگھلتا رہا
کتنے دہقان رزقِ زمیں بن گئے
کتنے مزدور آنسو بہاتے رہے
بھوک اُگتی رہی
جبر ہوتا رہا

خون بہتا رہا
آج اولادِ آدم کے ہر فرد پر
ظلم ہوتا رہا
آنگنوں پر اندھیرے حکومت کریں
رات
معصوم کلیاں مسلتی رہی
حوصلے جن کے ٹوٹے وہ لڑ نہ سکے
زندگی کے مسائل کی دیوار سے
زندگی کے مصائب کی یلغار سے
اپنی محرومیوں کی علامت بنے
لوگ مرتے رہے
جسم کٹتے رہے
خاکِ مقتل میں خود ہی بکھرتے رہے
کون توثیقِ حقِ امامت کرے

کون جمہوریت کا علَم تھام کر
آمریت کو زنجیر پہنائے گا
پرچمِ عدل و انصاف لہرائے گا
میری تاریخ کو راہ دِکھلائے گا
پھول برسائے گا
وہ ضرور آئے گا
وہ ضرور آئے گا
طاہر القادری ایک تحریک ہے
زندہ لفظوں کی تابندہ تحریر ہے
اور ملت کے خوابوں کی تعبیر ہے
اَن گِنَت جس نے روشن کئے ہیں دیے
زندگی کا سبھی کو قرینہ دیا
مَرد و زَن جس کے پیرو ہوئے ہیں سبھی
جس نے میری نظر میں چراغاں کیا

جس نے تپتے ہوئے ریگزاروں میں بھی
پھول فکر و نظر کے کھلائے بہت
دیپ اِنسانیت کے جلائے بہت
اِک نویدِ سحر
جس کا کردار ہے
جس کا پیغام حرفِ دُعا بن گیا
جو صداقت کا انمول شہکار ہے
جس کے چہرے پہ ہے چاندنی کی چمک
جس کی للکار سے
دم بخود تیرگی
وہ اگرچہ نہیں ملک کا حکمراں
مگر وہ کسی شاہ سے کم نہیں
بادشاہی بھی وہ جو فقیری میں ہے
اور فقیری بھی وہ جو امیری میں ہے

ہے خدا کی قسم کہ وہ قائد مرا
اہلِ علم ونظر کا وہ ہے تاجوَر
ارضِ طیبہ کے والی کا منگتا بھی ہے
خوش نصیبو!
کروشکر رب کا ادا
تم مقدر کو اپنے سلامی بھی دو
اِک غلامِ نبیؐ تم کو ایسا دیا
مان دھرتی کا جس سے بہت بڑھ گیا
طاہر القادری

ایک دِن آئے گا
دینِ حق کا علم آ کے لہرائے گا
تلخ اوقات ہیں آج مزدور کے
تاجِ شاہی، اُنہیں آ کے پہنائے گا
طاہر القادری

ایک دِن آئے گا
بجھتے چہروں پہ پھر روشنی لائے گا
طاہر القادری
ایک دِن آئے گا

۞

میخانۂ حیات

جب تک کھلا رہے گا
دَر میکدے کا جاناں
اُس وقت تک رہے گا مسکن تری گلی بھی
اُس وقت تک ملے گی خیرات بھی نظر کی
اُس وقت آخرِ شب
چراغِ سحر جلے گا!
اے جامِ مختصر مری تشنہ لبی سے ڈر
پیاسا بہت ہوں مجھ کو اب آنکھ سے پلا
یہ کیا کہ جام جام سے ٹکرا رہا ہے آج
جینے کی آرزو مرے دِل میں نہیں رہی
ساقی! میں تیری چشمِ تمنا کو کیا کروں

ہر جرعہ جام مے کا ہے اِک آتشِ خیال
سورج ڈھلے تو میں تری چوکھٹ کو چھوڑ دوں؟
ایسا کبھی خیال بھی دِل میں نہیں کیا
آتا ہے تجھ کو پینے پلانے کا ڈھنگ خوب
تیری گلی سے ملتی ہے جینے کی آرزو
لیکن میں اِک خیال سے ڈرتا ہوں آج تک
آئے جو تو چمن میں تو ہے موسمِ بہار
آئے جو تو چمن میں، کھلیں پھول ہر طرف
شبنم فلک سے آتی ہے لے کر نئے چراغ
آئے جو تو چمن میں تو مہکیں دھنک کے رنگ
جائے تو پھر خزاں کا تسلط ہے ہر طرف
ساقی!
نہ چھین آج کی شب لمحۂ وصال

حرفِ مدعا

پینے دے، مسکرانے کا حق بھی تو دے مجھے
مجھ کو شرابِ دید کا اِک اور جام دے
دیوانہ مست حال ہے
شب بھر یونہی رہے
پروانہ ہے، چراغِ سحر کو جلائے رکھ
مر کر جیؤں گا اور
جی کے مروں گا میں
جس کو بھی امن چاہیے
وہ امن لے سنبھال
جس کو طلب چمن کی ہے لے جائے وہ چمن
مجھ کو تری لگن ہے مجھے اِنتظار دے
درد آشنا نہیں، مجھے تو اپنا درد دے
سینہ جو جل اُٹھے تو مجھے آہِ سرد دے

چلتا ہے دَور رونے رُلانے کا ساقیا!
کچھ مجھ کو بھی خزانۂ گریہ سے کر عطا
آئے بہار لاکھ گلستاں میں ہمسفر!
آئے ہزار عید سرِ روز و شب اے دوست!
لیکن تیری گلی کا ہے دستور کیا عجب
ملتا ہے غم بھلانے کو ہر روز ایک غم
راہی ہے عشق
راہ بھی منزل بھی عشق ہے
ساقی!
تو اپنا جلوہ دکھا کر جلا مجھے
میری سحر جمائے گی ہر سو دھنک کے رنگ
محفل سجی ہے تیری پلانے کو آج بھی
مجلس ہے میکشوں کی ذرا تشنہ لب سنبھل!

اس چشمِ کائنات میں گم ہو رہا ہوں میں
پیمانۂ حیات اگر ٹوٹنے لگے
میخانۂ سحر کا بھی قائم بھرم رہے
ہے آرزو شدید ترے اِنتظار کی
لذت تری نظر کی تو محشر سے کم نہیں
میں خار چنتا پھرتا ہوں تیرے دیار میں
ہر روز دِن بدلتا ہے شامِ فراق میں
میری یہ آرزو ہے مگر مرے ساقیا!
تیرا ہو سنگِ در اور میرا خمیدہ سر
یک از سگانِ کوئے دیارِ حسینؓ ہوں
عمرِ رواں گزار دوں گا اس دیار میں
تیرا کبھی گزر ہو، اسی انتظار میں

اور جاگے ہوئے لوگ پھر سو گئے

شہرِ شب میں غریبوں کی یلغار سے
رُت بدلنے لگی آس موسم کی پھر
صبحِ نو اپنے آنچل میں کرنیں لئے
پھر اُترنے لگی
بام و دَر روشنی سے اُجلنے لگے
اُونچے اُونچے محلات گرنے لگے
کچلے جمہور پھر سے سنبھلنے لگے
مگر دَجل نے ایسی بدلی رَوِش
کہ محافظ، لٹیروں کے سنگ چل پڑے
اور جاگے ہوئے لوگ پھر سو گئے

تلاش

جی چاہتا ہے
چھوڑ دوں دُنیا کو ایک دِن
اور خامشی سے وادیٔ خاموش میں رہوں
اسی خامشی میں کوئی مرے من کو دے جلا
جو خود بھی جل چکا ہو
اسی آگ میں کبھی
جو آگ عشقِ سیدِ کون و مکاںؐ کی ہے
بھانبڑ مچا دے میرے بھی سینے کے آس پاس
جلتا رہوں میں عشقِ پیمبرؐ میں رات دِن
مجھ کو ملا ہے آج

وہ مردِ یقیں کہ جو
اِک سائلِ جنابِ رسالت مآبؐ ہے
اس سے مرا قریب کا رشتہ بھی ہے حسینؑ
لیکن ہوں اُس سے دوسری نسبت سے منسلک
مجھ کو فنائے عشقِ محمدؐ کی آنچ دے
مجھ کو گدائے شہرِ نبیؐ کا لقب ملے
سرشار میں رہوں دَرِ عالی مقام پر
نسبت مری حضورؐ کے قدموں سے ہی رہے
پڑھتا رہوں درود دما دَم حضورؐ پر
کھاتا رہوں میں نور کے لقمے قدم قدم
گاتا رہوں حضورؐ کے نغماتِ سرمدی
پیتا رہوں میں اُن کی محبت کے جام سے
فارغ کبھی بھی ہو نہ سکوں نیک کام سے

تُجھے کیا ہوا؟

اِک روز آزمایا
''میں'' نے حسینؔ! خود کو
من میں کسی کو پایا
اُس نے کہا یہ مجھ سے
میں نے تجھے بتایا
تجھ کو خبر کہاں تھی
پھر بھی تو عمر ساری
تو نے مجھے بھلایا
دِل سے مجھے مٹایا
روزِ الست تو نے
وعدہ کیا تھا مجھ سے

وہ بھی نہیں نبھایا
جسمیں طویل مدت
تو نے کبھی گزاری
مرے نور کے جلَو میں
ہوئی پرورش تمہاری
ان ساری نعمتوں پر
پھر میں نے آزمایا
نفسانی لذّتوں کا
اِک جال سا بچھایا
پھر تجھ کو چند لمحے
اُس حال میں بسایا
لیکن بہت ہی جلدی
تو نے مجھے بھلایا
مجھ کو بتا اے ناداں!
دُنیا سے پیار کر کے

کیا ہاتھ تیرے آیا
تاریک راستوں پر
بھٹکا ہوا مسافر
کس کی تلاش میں ہے
خود سے بھی دور جا کر
کس کی تلاش میں ہے
اس پر تمام ہو گی
کیا زندگی تمہاری
بیدار نیند سے ہو
غفلت کا چھوڑ دامن
اب بڑھ کے تھام لے تو
مشعل جو کھو گئی ہے
اپنی خودی کو پھر سے
بیدار کر سحر دَم
چمکے گی تیری قسمت

مومن کی شان یہ ہے
اَوجِ فلک پہ چمکے
چلتا پھرے مکاں میں
بستا ہو لامکاں میں
ناسوت کا مسافر
لاہوت کا مکیں ہو
تو ''ھُوْ'' میں گر فنا ہو
لوح وقلم بھی تیرے
خلق و عدم بھی تیرے
پھر تیرا اِک اشارہ
تقدیر کا ہے دھارا
تو پھرے نہ مارا مارا

سوال

خوابوں کی قتل گہ میں
تری عمر بے صدا کا
خورشید ڈھل رہا ہے
روح و بدن میں کب سے
محشر سا اک بپا ہے
اس آتش غضب میں
کب تک جلیں گے آخر؟
حرص و ہوا کے پیچھے
کب تک مریں گے آخر
اب چھوڑ دے یہ غفلت
بیدار ہو، سحر ہے

کہ نالہ ہائے شب کا
یہ وقت خوب تر ہے
کیا کچھ خبر ہے تجھ کو
اَشکوں کا کیا اثر ہے؟

❁

ایک آرزو

مجھے عشق کی آگ میں راکھ کر
مجھ کو توفیق دے تو فقط اسقدر
میں تقسیم کرتا پھروں دہر میں
آتشِ عشقِ خیر البشر ؐ کے شرر
مشعلیں ہر نگر میں جلاتا پھروں
حُبِّ سرکارِ خلدِ مدینہ کو میں
قریہ قریہ میں رائج ہی کرتا رہوں
قطرہ قطرہ لہو کا مرے دلربا
شمع بن کر جلے صرف تیرے لیے

اِنسان معتبر ہے

اِک روز میں نے چاہا
پوچھوں یہ زندگی سے
صبحِ اَزل سے اَب تک
دامن میں تو نے کتنے
ذرّات ہیں سمیٹے
کیوں بے وفا ہوئی ہے
بے جان پتھروں کی
پوجا کرے گی کب تک
تاریک راستوں پر
پھرتی رہے گی کب تک

تجھ کو اَزل سے اَب تک
چاہا گیا ہے کتنا
تو بے وفا رہی ہے
پھر بھی تو زندگی ہے
جس نے بھی تجھ کو چاہا
اُس کو ہی روند ڈالا
خود سے وفا بھی کرتی
تو بات اور ہوتی
جینے کی آرزو میں
کب سے تو مر رہی ہے
یہ تیری سر بلندی
اور آدمی کی پستی
میں سوچتا ہوں اکثر
تو ایک لفظ ہی ہے

تو چل بسے تو اِنساں
نام و نشاں مٹا کر
رزقِ زمیں بنے گا
لیکن اے زندگی سُن
اِنساں ہی ہے پیمبر
اِنساں خدا کا نائب
اِنساں ہی اس کا مظہر
اِنسان ہی ہے احسن
تقویم کا مرقّع
عہدِ الست سے ہی
اِنسان معتبر ہے
ہر عہد خود کہے گا
اِنسان معتبر ہے
اِنسان معتبر ہے

چارہ گر

صاحبِ علم وفن
باخبر بانظر
سیم و زر کی وہ رکھتا نہیں ہے طلب
صاحبِ دِل ہے وہ
سرِّ جاں کا امیں
خطابت کی وادی کا سلطان وہ
ہے علَم اُس کے ہاتھوں میں تجدید کا
قول و کردار میں اُس کا ثانی نہیں
وہ فانی بھی ہے
پر وہ فانی نہیں
اُس کی تحریر گنجِ شعور و ہنر
اُسکی تقریر ہے بے نیازِ خطر

اس کو خوفِ خدا کے سوا ڈر نہیں
موجِ طوفاں قدم اُس کے چوما کرے
اس کا تذکار ہر سمت دھوما کرے
سر درِ مصطفیؐ پر کیئے ہے وہ خم
وہ فریدِ وطن کی دُعا کا ثمر
وہ ہے صحنِ حرم کی فضا کا اثر
ملتزَم پر گرے تھے جو آنسو کبھی
ربِّ عالم نے اُن پر کرم کر دیا
رحمتِ مصطفیؐ نے بھرم رکھ لیا
اُمّتِ مسلمہ کا وہ ہے راہ بر
ملّتِ غمزدہ کا وہ ہے چارہ گر

کھلونا

زندگی
چاندستاروں سے حسیں لگتی ہے
زندگی
کھیل ہے اِک
کانچ کے ٹکڑوں کی طرح
کوئی عبرت کا نشاں
ڈوبتے سورج کی طرح
دِل کے بہلانے کو ساماں ہیں میسر لیکن
زندگی ایک کھلونے کے سوا کچھ بھی نہیں

تعبیر

مردہ ضمیر حاکم! کب تک بتا یہ تیرا
ظلم و ستم چلے گا
کب تک غلام زادے اپنے سروں کو تیرے آگے ہی خم کریں گے
کب تک خدا بنے گا؟
مردہ ضمیر حاکم!
اب وقت آ گیا ہے
تیرا نشاں مٹا دیں
زنجیر جس نے اپنے جکڑے ہوئے ہیں پاؤں
وہ کاٹ کر گرا دیں

منہاج کے یہ بیٹے
تعبیر خود بنیں گے
اقبالؒ اور قائدؒ کے خواب کی یقیناً

حصہ ہفتم

نثری نظمیں

شعر و نغمہ میں پرو کر آج دل کی دھڑکنیں
پیش کرتا ہے حضور حسن نذرانہ مجھے

شمع کی تڑپ

عرب کے صحرا میں اِک شمع جلتی ہے
آغوشِ فطرت اُس کا نام محمد ﷺ رکھتی ہے
فطرت کی نظر اپنے شہکار کو دیکھ رہی ہے
کب وہ شمع مشعلوں میں ڈھلتی ہے؟
اِک روز وہ حق سنا کر
بھائی کو بھائی سے ملا کر
گلے سے مظلوم کو لگا کر
دُنیا کو آئینہ اسلام دِکھا کر
خدا سے اِنسان کو ملا کر

خلق کو اپنا عاشق بنا کر
اُوجھل نظروں سے ہو جاتی ہے
کچھ تو بینائی سے محرومی طلب کرتے ہیں
سفرِ زیست سے رحلت کی طلب کرتے ہیں
کیونکہ اُنکو دُنیا کی کوئی شے
رُخصتِ محبوبؐ کے بعد
کچھ بھلی نہیں لگتی
مارے مارے یونہی گلیوں میں
پھرا کرتے ہیں اِک تصوّر میں
گر اُنہیں نقشِ پائے یار مِل جائے
وہیں گر جاتے ہیں وصل کی خاطر
روح تڑپتی ہے حسینؔ میری مسلسل اَب بھی
راہ تکتی ہے کھلی آنکھ مسلسل اَب بھی

۞

اَن دیکھی

میری سوچوں کے سائے
کیا مُجھ کو
میری منزل کا پتہ دیتے ہیں؟
یا
منزلوں کے شیشے پر
دُھول ہے ابھی شاید
یا مُجھے ابھی
ان عظیم راہوں سے
محبت نہیں ہوئی

میں شاید
دائرہِ ایام میں ہوں
گھومتی زندگی
کے سیاہ سفر میں ہوں
شاید میں ڈرتا ہوں
دُھول صاف کرنے سے
کہ گردِ راہ میں گم نہ ہو جاؤں
دشوار راستوں پر
مسافروں کے بدن تازہ ہوا نہیں پاتے
شاید یہ بھی خودغرضی ہے
کہ ملّت کے مٹتے وجود میں
خود ہی نہ کھو جاؤں
مگر کیوں؟
کیا اسلام اپنے دیس میں پردیسی نہیں ہے
کیا مُجھ کو

جسم کے اعضاء کٹتے نظر نہیں آتے؟
پھر کیوں
سوچوں کے لاشے
پُراُمید راہوں کو تاریک کیئے دیتے ہیں
کیا اچھا ہو اگر
ہماری آنکھ
ہر مظلوم کی آنکھ کے ساتھ
برسنے لگے
پس میں نے عہد کیا ہے
شب چاہے کتنی تاریک ہو
میرے لہو کے ہر قطرے سے
اِک نئی شمع جلے گی
اور میری ہستی کے ہر ذرے سے
اِک نئی دُنیا سجے گی

ضمیر

سُنو
آواز ہے کسی کی
کسی نے پُکارا ہے؟
ہاں یہ ضمیر کی آواز ہے
کیا اچھا ہے اور بُرا کیا ہے
اسکی تم کو خبر نہیں شاید
اسی پر ضمیر چلایا ہے
تو نے اس آواز کو
ہر لمحہ دبایا ہے
اِنساں کی اِبتدا مٹی سے ہے
اِنتہا بھی مٹی میں ہے
اس لئے نفس نے ہر دم

برائی ہی کو چاہا ہے
اِس نے ہر موڑ پر
تُمھیں کتنا سمجھایا ہے
تو نے اس کی ایک بھی نہ سنی
کبھی سوچا ہے تُم نے
ضمیر اِنسان ہی کا حصہ ہے
پھر کیوں اس سے جُدا ہے
معاملہ اس کا پنہاں ہے
عقل کی طلب اور ہے
اس کی صدا اور رغبت ہے
روح نے جب رَبّ سے وعدہ کیا تھا
اس نے بھی وہ وعدہ سُن لیا تھا
پھِر اِنساں نے جب بغاوت کی
ہر پرانی یاد مِٹا دی
ہر وعدہ بھلا دیا

یہ بغاوت تھی
ضمیر نے قبول نہ کی
وہ سلطاں کا
وفادار رہا
وہ خیر کا طلبگار رہا
اے اِنساں! تو بدل گیا
مگر وہ بدل نہ پایا
ہاں ضمیر وہی یاد دہانی ہے
وہ یاد کبھی کبھی رُلاتی ہے
گناہ گار کو جگاتی ہے
بے وفائی سے بچاتی ہے
خوگر وفا بناتی ہے
اسی یاد کا نام ضمیر ہے

حصہ ہشتم

غزلیں

غزل اُس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

۞

مجھے بس تری رہگذر چاہیے
نہ جنت نہ جنت میں گھر چاہیے

تری سانس مہکے جہاں ہر گھڑی
وہ کٹیا مجھے عمر بھر چاہیے

کسی اور شے سے نہیں ہے غرض
جو دیکھے تجھے وہ نظر چاہیے

مجھے کچھ امیری کی رغبت نہیں
تری یاد میں چشمِ تر چاہیے

تو ملے نہ ملے اسکا کچھ غم نہیں
پسِ شب بس آہِ سحر چاہیے

اِک مسافر کی یہ خاص پہچان ہے
اس کے دامن پہ گردِ سفر چاہیے

دِل گرفتہ نہ ہو دِل شکستہ نہ ہو
بس ترے ہاتھ میں بھی ہنر چاہیے

دامنِ آرزو تیرا بھر جائے گا
تیرے حرفِ دُعا میں اثر چاہیے

مجھ کو اتنا آزمانا چھوڑ دے
رات دِن اتنا رُلانا چھوڑ دے

گر نہیں ہے ہاتھ میں ساغر مرے
اپنا رُخ مُجھ سے چُھپانا چھوڑ دے

اے ستم گر! رونقِ بازار کو
میری آہوں سے بڑھانا چھوڑ دے

سُن لے شاید التجا تیری حسینؔ!
وہ تجھے ہر شب ستانا چھوڑ دے

❁

وقت مجھ کو رُلائے جاتا ہے
بوجھ دِل سے اُٹھائے جاتا ہے

میرے اندر کا آدمی مجھ کو
کتنے منظر دِکھائے جاتا ہے

گرچہ میرا عمل نہیں اچھا
پھر بھی یزداں نبھائے جاتا ہے

ہم کہ منزل قریب لاتے ہیں
فاصلے تو بڑھائے جاتا ہے

تو نے ظلم و ستم کی حد کر دی
نقشِ پا بھی مٹائے جاتا ہے

وقت مانندِ نار دُنیا میں
عمر میری جلائے جاتا ہے

آسماں کا مزاج کیا ہے حسیؔن
ہر گھڑی غم بڑھائے جاتا ہے

❁

هر خواب کو تعبیر میں ڈھلنا ہے کسی روز
ہر بات کا پیرایہ بدلنا ہے کسی روز

انگاروں کو تم کہتے پھرو رنگِ بہاراں
سوچوں کو بہر حال مچلنا ہے کسی روز

تم لاکھ اندھیروں سے کرو پیار بھی لیکن
تنویر میں ظلمت کو بدلنا ہے کسی روز

تم معنی و مقصد کی طرف کیوں نہیں آتے
زنجیر سے لفظوں کو نکلنا ہے کسی روز

تم موج تلاطم سے اگر دور بھی بھاگو
طوفان میں ہر فرد کو ڈھلنا ہے کسی روز

❁

پھونکوں سے تلاطم کو گھٹایا نہیں کرتے
لمحات سے چہرے کو چھپایا نہیں کرتے

پیمانہ اگر صاف نہ ہو تو کبھی میکش!
میخانے میں ہرگز وہ سجایا نہیں کرتے

کردار، یقیں، عزم اگر کچھ بھی نہیں ہے
تقدیر پہ الزام لگایا نہیں کرتے

مایوسی کی بو آئے اگر اپنے عمل سے
بے نور چراغوں کو جلایا نہیں کرتے

ادراک جنہیں اپنی حقیقت کا ہوا ہے
سر کو وہ تکبر میں اُٹھایا نہیں کرتے

ظلمت کی خبر ہو نہ اُجالوں کا پتہ ہو
اس جَہل میں منزل کبھی پایا نہیں کرتے

کیسا وہ قرض تھا جو ادا کر دیا گیا
کیسا وہ فرض تھا جو قضا کر دیا گیا

سجدے چھپا کے رکھے ہیں تاریک رات میں
بس بندگی کو نذرِ رضا کر دیا گیا

بجلی چمک رہی ہے سرِ شاخِ آرزو
اس آرزو کو حرفِ فنا کر دیا گیا

حسنِ خدا سے جب سے سجی کائناتِ حُسن
اُس حُسن کو کسی پہ فدا کر دیا گیا

نیزوں پہ سر چڑھا کے سوئے منزلِ دمشق
جاں کو سپردِ صبر و رضا کر دیا گیا

معصومیت بھی اتنی مناسب نہیں حسینؔ!
کیوں بندگی کو وقفِ ہوا کر دیا گیا

لفظوں کی اَب حسینؔ ضرورت نہیں رہی
اَشکوں کو جب سے حرفِ دُعا کر دیا گیا

فتنے غارتگر ہیں سب کچھ لوٹ گئے
غفلت کے بازار میں رشتے ٹوٹ گئے

تند ہَوا میں کچھ بھی تو محفوظ نہیں
ہاتھوں سے دامانِ نبیؐ بھی چھوٹ گئے

شمعیں لاکھ جلا تُو لیکن حاصل کیا
جب تیرے دلدار ہی تجھ سے رُوٹھ گئے

دستِ یزید میں مجھے خنجر دِکھائی دے
ہر سمت ایک پیاس کا لشکر دکھائی دے

جس کے بدن کو زہد کی پوشاک ہے ملی
وہ شخص معرفت کا سمندر دِکھائی دے

کب سے اٹا ہوا ہے تو گرد و غبار میں
ناداں تجھے وہ آئنہ کیونکر دِکھائی دے

سوچوں پہ جو محیط ہے اُس دَر کی چاکری
پرتو اُنہی کا میری غزل پر دِکھائی دے

میں جان و تن نثار کروں جب بھی قبر میں
مجھ کو وہ حُسن و نور کا پیکر دِکھائی دے

اُنؐ کا کرم ہے سایہ فگن مجھ پہ بھی حسینؔ!
ہر لمحہ زندگی کا معطر دِکھائی دے

شاخ پر اِک کلی کھلی ہے اَبھی
ایک افتاد آ پڑی ہے اَبھی

چشم تر آج کیوں ہے گردوں کی
کیسی ہل چل سی مچ گئی ہے اَبھی

حور و غلمان سب ہیں سجدہ کناں
کس کی آمد بھلا ہوئی ہے اَبھی

سارے عالم میں اَب نہیں ٹکتی
آنکھ جو اُن سے مل گئی ہے اَبھی

میں کہ ہنستا تھا کھلکھلاتا تھا
مُہر کیوں لب پہ لگ گئی ہے اَبھی

اے وقت! کبھی مجھ کو اُن سے بھی ملا دینا
پھر وصل کی گھڑیوں کی چادر میں چھپا دینا

دھڑکن مرے سینے کی بس نام ترا لے گی
بس موت کی وادی میں اک دیپ جلا دینا

سورج کے نکلنے سے پھر مجھ کو نہیں کچھ ڈر
پردہ رُخِ روشن سے اے خواب! ہٹا دینا

اِک بار نظر آؤ آنکھوں میں بسالوں گا
پھر چاہے کہانی کو یکسر ہی بُھلا دینا

آمد پہ بھلا کس کی ہیں فرش بنیں آنکھیں
دِل کہتا ہے خود کو بھی راہوں میں بچھا دینا

اِک بار تو خود پڑھ لے مغموم سی غزلوں کو
پھر چاہے تو دریا میں دیوان بہا دینا

تو نے جکڑا ہے مجھے اِک آہنی زنجیر سے
دِل کو بہلاتا رہوں گا میں تری تصویر سے

جھانک کر دیکھو یہاں تیرے سوا کوئی نہیں
آنکھ روشن ہے رُخِ ساقی! تری تنویر سے

وہ ترا چہرہ ہی تھا ہاں وہ ترا چہرہ ہی تھا
حوصلہ دے آج مجھ کو خواب کی تعبیر سے

میں مقدّر کا کروں گا شکریہ کیسے ادا
لوگ کہتے ہیں کہ ملتے ہیں فقط تقدیر سے

مجھ کو تو زنداں میں رہنے کی ہے عادت سی حسینؔ!
کیسے یہ زنجیر ٹوٹے گی کسی تدبیر سے

❁

بے تاب ہم بہت ہیں، احوالِ جاں سنائیں
لیکن یہ سوچتے ہیں آنسو کسے دِکھائیں

سب عقل کے ہیں بندے، ہم عشق کے مسافر
واعظ کو جا کے اپنا کیا حالِ دِل بتائیں

احباب ہی نہیں ہیں تنہا قفس میں ہم ہیں
تنہائیوں میں تیری یادوں سے دِل لگائیں

ساقی نہیں میسر، کیا کیجئے گا ہمدم
کس جام و مے سے اپنا ہم میکدہ سجائیں

اُمید ہے کسی شب آئیں گے خواب بن کر
گر ہو سکے کسی کے وسیلے اُنہیں منائیں

❁

٭

رات رُلانے آ جاتی ہے
یاد ستانے آ جاتی ہے

تیری خبر تو شام سویرے
دِل بہلانے آ جاتی ہے

آنکھ کسی کی دیوانوں کو
جام پلانے آ جاتی ہے

بادِ صبا ہر پھول کو اپنا
حال سنانے آ جاتی ہے

صحنِ چمن میں رات کی رانی
زخم جگانے آ جاتی ہے

ٹھنڈی ٹھنڈی مست ہوا بھی
نقش مٹانے آ جاتی ہے

شبنم باغ میں ہولے ہولے
آگ لگانے آ جاتی ہے

❁

❁

ساقی! سنبھل کے چلنا، ساغر نہ ٹوٹ جائے
رکھنا خیال کوئی مے کش نہ رُوٹھ جائے

یہ بے خودی کا عالم، سوءِ ادب نہ ٹھہرے
دامن نہ دِلرُبا کا ہاتھوں سے چھوٹ جائے

سوزِ دروں کے نغمے جا کر کسے سنائیں
سکھ چین سب ہمارا کوئی نہ لُوٹ جائے

یہ عالمِ جنوں ہے، یا عالمِ اَدب ہے
ممکن ہے اس سفر میں مری سانس ٹوٹ جائے

ساقی خیال رکھنا، اس میکدے میں اِمشب
مانندِ آئنہ یہ دِل ہی نہ ٹوٹ جائے

❁

پینا اُسے خود بادۂ وحدت نہیں آتا
جو شخص محمدؐ پہ نہیں جان لٹاتا

اصنام پرستی میں ترے شام و سحر ہیں
پھر کیسے خدا آج ترے من میں سماتا

مدہوش ہے جو شربتِ دیدار سے میکش
نظریں وہ رُخِ یار سے پھر کیسے ہٹاتا

مطلوب رہی جس کو مدینے کی گدائی
منہ حشر کے دِن کیسے فرشتوں سے چھپاتا

ہوتی ہے جہاں ظلم کی دِن رات پرستش
میں کیسے نگر ایسی محبت کے سجاتا

❁

ہلکی ہلکی مہک آ رہی ہے مُجھے
چاندنی رات تڑپا رہی ہے مُجھے

بلبلوں کا ترنّم ہے نغمہ سرا
روشنی آج بہلا رہی ہے مجھے

میں بہارِ چمن کی ہوں اُجلی کرن
بوئے گل راز بتلا رہی ہے مجھے

نہ ہوا آشنا خود سے بھی میں کبھی
میری پہچان ہی ڈھا رہی ہے مجھے

کوئی ناتا پیا دیس سے ہے مرا
کب سے یاد اس کی تڑپا رہی ہے مجھے

ہم نے تو صرف آپ کو چاہا ہے ہمسفر
تختی پہ دِل کی آپ کا نقشہ ہے ہمسفر

مانا اُداس رہنے کی عادت نہیں مجھے
لیکن تجھے جو خواب میں دیکھا ہے ہمسفر

الفاظ تیرے دِل میں اُترتے چلے گئے
جیسے کسی نے گیت سنایا ہے ہمسفر

منظر میں تیری آنکھ ہی آئی نظر مجھے
ہر سمت صرف آپ کو پایا ہے ہمسفر

خورشید و ماہتاب تو کچھ بھی نہیں حسیں
پیشِ نظر جو آپ کا چہرہ ہے ہمسفر

میں خاکِ سنگِ دَر ہوں مگر میرا دِل حسیںؔ
ہے اِک سرائے جس میں تو رہتا ہے ہمسفر

اتنی جلدی تھی چلے جانے کی آئے کیوں تھے؟
ایک ہلکی سی ہنسی ہونٹوں پہ لائے کیوں تھے؟

بھول جانا تھا کسی خواب کی مانند اگر
لمحہ لمحہ مرے ذہن پہ چھائے کیوں تھے؟

جن میں خود رہنا ترے بس میں نہیں تھا ہمدم
ایسے گھر شوق و تمنّا سے بنائے کیوں تھے؟

تیری اِس خط پہ اگر ایک نظر بھی نہ پڑی
ایسی تحریر کے انداز سکھائے کیوں تھے؟

٭

میں جانتا ہوں، مجھ سے دامن چھڑا رہے ہو
صحنِ چمن میں آ کر نظریں چرا رہے ہو

یہ بھی تری ادا ہے، بس اِک جھلک دِکھا کر
تشنہ لبی کسی کی کب سے بڑھا رہے ہو

دستِ طلب میں کاسہ لایا ہوں آرزو کا
کیوں بے رُخی سے چہرہ مجھ کو دِکھا رہے ہو

ہر آرزو مچل کر پاؤں تلے مسل کر
اِک لطف سا مسلسل تم کیوں اُٹھا رہے ہو

معلوم اب تو ہو کچھ اے جانِ صد بہاراں
کس واسطے کسی کو اتنا ستا رہے ہو

میں حرفِ آرزو ہوں اوراقِ زندگی کا
نقشِ دوام ہوں میں، کیوں تم مٹا رہے ہو

خونِ جگر سے لکھیں میں نے یہ ساری غزلیں
تم گنگنا رہے ہو تم مسکرا رہے ہو

❁

مسافر ہوں کوئی منزل دِکھا دے
مری نظروں سے اَب پردہ اُٹھا دے

ہوں جس کا منتظر میں سب رُتوں میں
کوئی اس یار سے مجھ کو ملا دے

سنا ہے آئے گا وہ چاند اِمشب
تو آ، بابِ حرم دِل کو بنا دے

تموّج میں ہیں زُلفوں کی ادائیں
تُو خود کو اُن کے آنگن میں چھپا دے

تو چاہے عمر بھر تڑپائے مجھ کو
تو چاہے وصل کا ساغر پلا دے

میں ہوں پرعزم یادوں کے سہارے
مجھے اپنی محبت کی دُعا دے

جنہیں ہم سوچتے ہیں

بنا دیکھے ہم جو اسے سوچتے ہیں
اسی کے ہی نقشِ قدم کھوجتے ہیں

گزرتا ہوا وقت تھم جائے یکسر
جو کچھ کہنے کو لب کبھی کھولتے ہیں

زمانہ سمٹ کر ٹھہرتا وہاں ہے
وہ جس لحظہ اپنے قدم روکتے ہیں

زمانہ بھی لیتا ہے پھیر اس سے نظریں
توجہ کا رخ جس سے وہ موڑتے ہیں

جہاں ان کے نقشِ قدم ضوفشاں ہیں
چراغاں چراغاں سے وہ راستے ہیں

مہکتے ہیں گل رقص کرتی ہیں شاخیں
وہ جب بھی چمن میں خراماں ہوئے ہیں

دہکتی فضاؤں میں ان کے لیے ہی
بیاباں میں بھی ابر برسا کئے ہیں

حسیںؔ عمر بھر ہم خیاباں خیاباں
اُنہی کے نقوشِ قدم دیکھتے ہیں

❁

❁

چھوٹی رات سفر لمبا تھا
حد نظر سنساں رستہ تھا

رات گئے میں سرگرداں تھا
جانے کس بستی اُترا تھا

مدھم مدھم شمع کی لو بھی
اندھیرا ہر دَم بڑھتا تھا

بستی تاریکی میں گم تھی
کہیں دِیا بھی اِک جلتا تھا

نظر پڑی اِک چہرے پر جو
صبحِ روشن سے ڈرتا تھا

ٹک ٹک دیکھتا رہتا ہر سو
نہ وہ روتا نہ ہنستا تھا

مایوسی آنکھوں میں بھری تھی
ہنسنا کب سے بھول گیا تھا

سورج بھی گہنایا سا تھا
چاند وہاں چھپتا پھرتا تھا

بستی کے سب گھر تھے خالی
حاکم خود چوروں سے ملا تھا

صحنِ چمن میں چاند بھی اِمشب تنہا ہو گا
ساعتِ ہجر میں وصل کا تارا چمکا ہو گا

بھول گئی ہیں اَب تو بہاریں اپنی راہیں
موسم نے کچھ سوچ کے رستہ بدلا ہو گا

اَب کے خزاؤں نے بھی ایسے ڈیرے ڈالے
یہ بھی یاد نہیں کب گلشن مہکا ہو گا

ڈھانپ لیا یوں تاریکی نے صبح کا چہرہ
شاید خود سورج بھی نکلنا بھولا ہو گا

شب بھر چاند رہا ہے تکتا راہیں تیری
جانے کس گھر سے تو واپس پلٹا ہو گا

جب سے گیا تو خشک ہوئے آکاش کے سوتے
اِس دھرتی کا اَنگ اَنگ بھی تو پیاسا ہو گا

تمہارا حُسن ہے کُن کا فسانہ
حسیں رُخ پر حیا کا آشیانہ

پسِ پردہ ہے تیرا حسنِ مجوب
ہے کس نے دیکھا اور کس نے ہے جانا

ترے آنگن میں دِن ڈھلتا نہیں ہے
کوئی ضوپاش لمحے ساتھ لانا

یہ نم آنکھیں تو لگتی جھیل سی ہیں
ہے مثلِ گل وہ تیرا مسکرانا

حسینؔ آمد کا تیری منتظر ہے
خدارا اپنا یہ وعدہ نبھانا

❁

کبھی کھونا، کھو کے پانا دستورِ زندگی ہے
دریا کا رُخ بدلنا، دستورِ زندگی ہے

یہ ہنسنا اور رونا، میں سوچتا ہوں کیا ہے
کبھی مرنا، مر کے جینا، دستورِ زندگی ہے

اس شہرِ بے ضیا میں کٹتے رہے گلے بھی
ظالم کا ظلم کرنا، دستورِ زندگی ہے

ہر ناخدا غلط ہے، معصوم ڈوبتا ہے
تو ہی بتا یہ کیسا، دستورِ زندگی ہے

اس عہدِ ناروا میں، جینے کسے ہیں دیتے
دم بے وفا کا بھرنا، دستورِ زندگی ہے

یہ بزم کس مپرساں، کب تک چلے گی یونہی
اِنساں کا لڑتے رہنا، دستورِ زندگی ہے

خود کو حسینؓ دو گے، الزام کب تلک تم
اس آگ میں جھلسنا، دستورِ زندگی ہے

زنداں میں ایک قیدی طوفاں اُٹھا رہا ہے
فریاد کر رہا ہے، آنسو بہا رہا ہے

اِنسان بے خبر ہے، میں سوچتا ہوں اکثر
کیا غم بھری کہانی اپنی سنا رہا ہے

دُنیا کو تاج اپنے سر کا بنا کے بندے
سوچا کبھی ہے تو نے تو کیا گنوا رہا ہے

دل کس لئے آج پریشان حال ہے
بے ربط زندگی میں نہ سر ہے نہ تال ہے

آلام و رنج آج ہیں مہماں بنے ہوئے
کیوں زندگانی ایسا مشکل سوال ہے

اب کے خزاں کا ایسا تصرف ہے شاخ شاخ
بلبل کا جینا تک بھی چمن میں محال ہے

جب فیصلے ہی سارے خدا کے ہیں سر بہ سر
پھر کیسا غم ہے اس کے لئے کیا محال ہے

نالے سے تیرے کیا تجھے حاصل ہوا حسینؔ!
تو ہی نہیں مخلوق ساری خستہ حال ہے

❁

آنکھوں میں اَب کیا رکھا ہے
آنسو ایک چھپا رکھا ہے

تصویریں ہیں پرزہ پرزہ
تصویروں میں کیا رکھا ہے

دِل بھی خالی، ہاتھ بھی خالی
کیسا شور مچا رکھا ہے

بات عجب سی لگتی ہے یہ
خود کو بھی تنہا رکھا ہے

عشق ہمارا شوق نہیں ہے
فطرت نے بہلا رکھا ہے

ہم نے حسینؔ زمانے سے کب
غم کا کوئی گلہ رکھا ہے

❁

نغماتِ ہجر کیوں وہ مجھ کو سنا رہا ہے
کس واسطے مجھے وہ اتنا رُلا رہا ہے

شاید یہ دِل تھا پاگل، شاید یہ دِل ہے پاگل
روداد میرے غم کی مجھ کو سنا رہا ہے

ایام زندگی کے تاریکیوں میں گم ہیں
کوئی میرا شبستاں کب سے سجا رہا ہے

شام و سحر ہیں میرے، کب سے خزاں کی زد میں
محبوب پھر بھی آ کر جَلوہ دِکھا رہا ہے

❁

❁

میری منزل قدم قدم تم ہو
دِل کی دھڑکن میں دَم بہ دَم تم ہو

میری ہر ہر خوشی تمہی سے ہے
میرا غم میری چشم تم ہو

راحتِ جاں تمہارے دم سے ہے
زندگانی مری کا غم تم ہو

تُم جو اُلفت کرو، تو ہم جانیں!
ورنہ پھر سر بہ سر ستم تم ہو

تجھ کو، مانا، بہت ستاتا ہوں
پر نہ تڑپانے میں بھی کم تُم ہو

تم سے بس یہ حسینؔ کہتا ہے
زیست کا میری پیچ و خم تم ہو

❁

حصہ نہم

قطعات

خشک سیروں تنِ شاعر کا لہو ہوتا ہے
پھر نظر آتی ہے اک مصرعِ تر کی صورت

دانا کبھی دریا کو سمندر نہیں کہتے
بھٹکے ہوئے اِنساں کو قلندر نہیں کہتے
بت خانہ جہاں یادِ خدا آئے کسی کو
بھولے سے بھی یارو! اُسے مندر نہیں کہتے

ہر کوئی روتا ہے اپنے غم بھلانے کے لئے
مسکراتا ہوں فقط آنسو چھپانے کے لئے
اَب تو آجاؤ کہ باقی چند لمحے رہ گئے
عمر بیتی ہے مری تجھ کو منانے کے لئے

آباد دِل کا گلستاں ہے کر گیا کوئی
فصلِ بہار سے اسے ہے بھر گیا کوئی
مثلِ شہاب روح و بدن کے جوار میں
نسبت کے پھول طشتری میں دھر گیا کوئی

یہ آنکھ دید کو تیری بہت ترستی ہے
تمام رات تری یاد میں برستی ہے
کبھی تو حسن کا جلوہ مجھے بھی ہو حاصل
اُداس راہوں پہ اِک روح سی بھٹکتی ہے

اِک روز آ کے وہ مرے دِل میں سما گیا
تحفہ وہ اپنی دید کا گھر میں سجا گیا
میں اُس کے اِنتظار میں شاید نہ تھا اَبھی
وہ تشنگی بجھائے بنا ہی چلا گیا

آنکھوں کی رہگذار میں اُس کو سجا لیا تھا
دامانِ آرزو میں مَیں نے چھپا لیا تھا
اوجھل مری نظر سے ہوتا نہ وہ ہواؤ!
میں نے اس اجنبی کو اپنا بنا لیا تھا

ہے تیرے نقشِ پا کے فیض سے روشن جبیں میری
مجھے جب تو ملا تھا آج تک وہ یاد ہے منظر
بچھڑ کر بھی مراسم ٹوٹنے پائے نہیں ہرگز
تصوّر کے چمن زاروں میں وہ آباد ہے منظر

وہی ہیں سیفِ جلی بھی، وہی امامِ خفی
ہے گویا نور سے روشن اِک آسمان علیؓ
زباں پہ شام و سحر ذکرِ حیدرِ کرارؓ
سو میرے شعر و سخن کی ہے ساری شان علیؓ

ناموں کو ان کے رکھا گیا تھا حجاب میں
الفت حسنؓ، حسینؓ کی الفت نبیؐ کی ہے
دونوں کو مصطفٰےؐ نے ہی حسنینؓ تھا کہا
یہ داستاں ایک نئ روشنی کی ہے

عشقِ خدا سے عشقِ محمدؐ جدا نہیں
آقاؐ سے نسبتوں کا تعلق ہے دائمی
عشقِ نبیؐ ہی قَصرِ اخوت کی ہے بنا
کرتے رہیں گے اس لئے ہم بھی نبیؐ نبیؐ

حصہ دہم

فردیات

اُٹھائے کچھ ورق لالے نے، کچھ شبنم نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

۔ دربارِ کبریا میں اے بندگانِ دانا
عجز و نیاز و ذِلت، عُلوِّ بندگی ہے

۔ گلے طوق لعنت کا پڑنا تھا اُس کے
کہ ابلیس منکر تھا شانِ نبیؐ کا

؎ اَزل سے آپؐ ہی ہیں نگارِ کن فیکون
مقامِ رشک یہ زیبا ہے آپؐ ہی کو حضورؐ

؎ شامل مجھے سگانِ درِ مصطفٰےؐ میں کر
مدت سے میں اُنہی کے حصارِ نظر میں ہوں

ساقی تو جام بھر مرا عرفاں کے نور سے
دیدارِ مصطفٰےؐ کی مجھے پیاس ہے بہت

جان و دل، سکھ چین، سارے پہلے ہی سے اسکے ہیں
وہ ملا جس روز اُس پر وار دوں گا زندگی

❁

؎ طلب گاروں کو دیدِ یار ہی سے کام ہوتا ہے
کسی کو دیکھ لینا ہی نمازِ عشق ہوتی ہے

❁

؎ باندھ لو سر پہ کفن کہ یہ جہاں
ہے شہیدوں کے لہو کا منتظر

❁

؎ کیا سرمدی مزے ہیں شبِ اِنتظار کے
ہم منتظر ہیں آج بھی مدنی بہار کے

؎ گر کر بلندیوں سے رہتے ہیں ہم سلامت
لیکن نظر سے گرنا محشر سے کم نہیں ہے

۞

ؔ ساری دُنیا کی ٹھوکریں کھا کر
رہرو تو سنبھل ہی جاتے ہیں

۞

ؔ کل رات لُٹ گیا مری بستی کا میکدہ
سنتے ہیں پہرے دار خود سارا ہی پی گئے

۞

؎ مومن نہیں جو ڈرتا ہے جُہدِ طویل سے
منزل اَبھی ہے دور رہِ اِنقلاب کی

؎ بزدل ہے وہ جو نفس کو قابو نہ کر سکے
طاعت خدا کی نعمتِ بے امتحاں نہیں

؎ عشق کی تجھ کو گر طلب ہے حسینؔ!
حرفِ شکوہ ہے کس لئے لب پر

؎ تیرے لئے ہی مانگی تھی آنکھوں کی روشنی
تو نہ رہا تو پاپ ہے ہر شے کو دیکھنا

؎ رازِ ہستی کو سمجھو، سمندر ہے یہ
عارفوں کا طریقہ ہے غوطہ زنی

؎ اب تو صنم کدے میں نہ رہا کوئی پجاری
کس کو بتائیں رستہ، کس کو دکھائیں منزل

حصہ یازدہم

منظومات

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

صاحب ''نقشِ اوّل'' کے لئے ایک نظم

نامِ حسیں حسین نے نیا حسنِ سخن بخشا
جمالِ فکر کے ضو سے عجب علمی پھبن بخشا

یہ نقشِ اوّل واعظِ تقلید محبت ہے
ہے رہبر راہِ عشق کا کیا طرزِ چلن بخشا

فیضِ فرید سے تیرے ہر حرف کو نسبت
زہِ قسمت تیری تحریر نے منہاجِ من بخشا

ہے صلِ علیٰ صلِ علیٰ تیری زباں نغمہ سرا
بیاں عنبر فشاں تیرا کیا سوز و لہن بخشا

ہے حسنین تیرے فن کے کمالات سے عارف
کہ تجھکو خدائے پاک نے خوب اچھا سمن بخشا

(حسنین جاوید قادری)

صاحب ''نقشِ اوّل'' کے لئے ایک نظم

کلامِ حسینؔ فکر و نظر کی ہے روشنی
اس کی اساس علم و ہنر ایماں و آگہی
ماحولِ شب گزیدہ میں محسوس یوں ہوا
اِک تازہ تر نویدِ سحر اس کی شاعری

یہ نقش نقشِ اوّل شاعر کہیں جسے
اِک انقلاب تھا سو ڈھلا اضطراب میں
طرفہ تماشا دیکھئے اس نقش کا ظہور
ہو کر رہا ہے اوّلِ عہدِ شباب میں

اشعار میں یہ ان کے تصوف کی چاشنی
افکارِ قادریؔ کا ہے پرتو لئے ہوئے
احساس حدت آشنا جذبوں کی آنچ سے
ہے ہر سخن آہنگ و رنگِ نو لئے ہوئے

یہ عشق جو کہ دین ہے پروردگار کا
ہے جذب و سوزِ دائمی اس عشق کا مآل
روشن جو ہر نفس میں ہوا شعلۂ نوا
برپا کئے ہے سینے میں اک محشرِ خیال

تخلیق میں ہیں ڈھل گئے کیا کیا تخیلات
اظہارِ ذات کے ہیں قرینے نئے نئے
ظلمت گہِ شعورکو دیتے ہیں روشنی
جگمگ فلک پہ ہیں جو ستارے نئے نئے

آئے گی اور جدت و ندرت خیال میں
دکھلائے گا زورِ قلم بھی اور معرکے
نیّرؔ ہے یہ دعا کہ سخن وَر کے واسطے
ہوں اور بھی کشادہ فکر و فن کے راستے!

ضیاء نیّرؔ (شعبہ ادبیات، فریدؒ ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ)

گلدستۂ دین و دانش

میرے شاگردِ رشید قاضی فیض صاحب کی وساطت سے صاحبزادہ حسین محی الدین صاحب کا شعری مجموعہ ''نقشِ اوّل'' زینتِ نظر بنا۔ فون پر حسین محی الدین صاحب سے رابطہ ہوا۔ چند لمحوں کی گفتگو نے مشامِ جاں کو معطر کر دیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب سے تو شرفِ باز یابی حاصل رہا ہے اور اُن کی تقریروں اور تحریروں سے ہمیشہ علمی اور روحانی استفادہ کرتا رہا ہوں۔ اُن کے فرزندِ ارجمند کے اشعارِ فکر انگیز نے دل و جاں اور فکر و نظر کو شاداب کر دیا۔ چند سال قبل تہران میں جمال الدین افغانی عالمی کانفرنس میں دعوت خطاب ملی۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کے نورِ نظر ڈاکٹر جاوید اقبال بھی مدعو تھے۔ قریباً ایک ماہ کا قیام رہا۔ ہم دونوں نے فلسفیٔ مشرق بوعلی سینا کے مزار پر حاضری دی۔ میری آنکھیں آبشارِ غم بن گئیں۔ مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی سامانِ گریہ بنیں۔ اتحادِ اُمت اور احیائے اسلام کی تمنا نے تڑپا دیا۔ علامہ اقبالؒ یاد آ گئے جنہوں نے اپنے کلامِ بلاغتِ نظام سے سوئی ہوئی ملت کو جگایا۔ آج ایک بار پھر ایک نوجوان شاعر کے ''نقشِ اوّل'' نے دل پر نقشِ محبت کو گہرا کر دیا۔ یہ کلام کیا ہے یہ محبت کا درس ہے۔ یہ روحانیت کا آئینہ ہے۔ یہ اتحادِ

اُمت کی طلب ہے۔ جو حرف اور لفظ محبت کا چراغ جلائے وہ دین و دانش ہے اور جو حرف وصوت باعثِ فتنہ وفساد ہو وہ کفر ہے۔ بقولِ حافظ شیرازی

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی

بجز بنائے محبت کہ خالی از خلل است

حسین محی الدین قادری ایک نوجوان ہیں۔ فطرت نے قلبِ سلیم اور مزاجِ حلیم عطا کیا ہے۔

خاندانِ رُوحانیت کے گلِ صد رنگ ہیں۔ صوفیانہ رنگ اور حکیمانہ آہنگ پایا ہے۔ شاعری کے لئے درد و گداز کی ضرورت ہوتی ہے اور بقولِ سعدی

این سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ضربتِ عشق کھائے بغیر نغمۂ درد کا پیدا ہونا امرِ محال ہے۔ یہ عشق مجازی ہو یا عشقِ حقیقی ہر حال میں عشق کی ضرب بربطِ دل کے لئے لازم ہے۔ یہ حسین ابنِ علیؓ ہوں یا یہ حسین منصور حلاج ہو۔ عشق کی سولی پر لٹکے بغیر نعرۂ حق بلند نہیں ہوتا۔ 'فصوص الحکم' کے مصنف شیخ اکبر شیخ محی الدین ابنِ عربی نے بھی شعر وحکمت کے چراغ روشن کئے اور روحانیت وتصوف کے نئے نئے گوشے

منکشف کیے۔

مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی کے آغاز میں ہی نالۂ غم کو نتیجۂ گردن زنی قرار دیا۔

کز نیستاں چو مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

یعنی جنگل سے شاخ کو کاٹ کر بانسری کی شکل دی گئی اور اُس کا سر قلم کیا گیا۔ سرقلم ہونے کے بعد جو آہ و فغاں بلند ہوئی اُسے نغمے کا نام دیا گیا اور آج اس نالۂ غم سے مرد و زن مائلِ فریاد ہیں۔ حسین محی الدین قادری صاحب نے اسی نالۂ غم و درد کو اپنی شاعری کی بنیاد قرار دیتے ہوئے کتاب کے صفحۂ اوّل پر نقشِ اوّل کو میر تقی میرؔ کے اس شعر میں سمو دیا ہے۔

مجھ کو شاعر نہ کہو میرؔ کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

گویا 'نقشِ اوّل' دراصل درد وغم کی ہی ایک تصویر ہے۔ حسین محی الدین قادری کو روحانی شاعری اور روحانیت وراثت میں ملی ہے۔ بقول غالبؔ

سو پشت سے ہے پیشۂ آباء سپہ گری

کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

میر انیسؔ نے بھی کہا تھا:

''پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں''

'نقشِ اوّل' حسین قادری صاحب کی تیرہ سال سے انیس سال تک کی نوعمری کی نگارشات ہیں۔ شاعری کا تعلق جذبات و احساسات کی شدت سے ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جوانی کا کلام سدا جوان اور سدا بہار ہوتا ہے۔ آج بھی دُنیا حیرت زدہ ہے کہ انگریز شاعر جان کیٹس، شیلے اور بائرن نے جوانی میں جو کلام لکھا وہی جانِ شاعری ثابت ہوا۔ عرفیؔ نے فارسی شاعری کو چار چاند لگا دیئے اور جوانی میں ہی راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔ ان لوگوں کی جواں شاعری پڑھ کر طبیعت انگڑائیاں لیتے ہوئے سرمستیوں اور سرمدی کیفیتوں میں حافظ شیرازی کی ہمنوا ہو کر پکار اُٹھتی ہے۔

نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد
عالمِ پیر دگر بارہ جواں خواہد شد

یہ شاعری ہی کا طلسم ہوش رُبا ہے جو عالمِ پیری میں بھی ہنگامۂ جوانی برپا کر کے دلوں کے گوشوں کو منور کرتا ہے۔ حسین قادری نے مشرق و مغرب کے علمی و فکری چشموں سے پیاس بجھائی ہے۔ پاکستان کے علاوہ کینیڈا اور

فرانس سے سیاسیات اور اقتصادیات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ نقشِ اوّل کی شاعری کا رنگ مذہبی اور روحانی ہے۔ مگر اس میں رسمی عقیدت کے ساتھ ساتھ آوازِ انقلاب بھی شامل ہے۔ شعر میں قرینہ اور سلیقہ ہے۔ یہ آواز ملا نہیں بلکہ آوازِ مجاہد ہے۔ بقولِ اقبال

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

یہ رومانی شاعری ہو یا روحانی۔ یہ انقلابی شاعری ہو یا فکری انسانی عظمت کے گیت گانا، امن و آشتی کا درس دینا، مساوات و عدل کی تلقین اور محبت و شرافت کی تبلیغ ہی صوفیائے کرام کا ورد و وظیفہ رہا ہے۔ مشہور صوفی و ولی حضرت بوعلی قلندرؒ فارسی زبان کے شاعر تھے۔ وہ جلالی شاعر تھے۔ اُنہوں نے اپنے اشعار میں جابجا گلِ لالہ کا ذکر کیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی گل لالہ کو خاص مقام دیا ہے اور اسے ایک انقلابی تمثیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ گلِ لالہ آتش بجاں اور خونیں قبا ہوتا ہے۔ یہ مظہر انقلاب اور آئینہ دارِ شہادت ہوتا ہے۔ شہید کو سفید کفن کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُسے لباس سرخ جو اُس کے خونِ سرخ سے نکھرتا اور سنورتا ہے۔ اُسی میں دفن کیا جاتا ہے۔ شہید عشق کی سرخیٔ خوں لالہ رنگ شفق میں نکھر کر اُسے حیاتِ جاودانی دے دیتی ہے۔ بقولِ

شاعر

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگراست

کچھ صوفیا کا کلام جمالی اور کچھ کا جمالی ہے۔ بوعلی قلندرؒ جلالی اور امیر خسروؒ جمالی کلام کے آئینہ دار ہیں۔ حسین محی الدین قادری کے کلام میں جمال و جلال کا حسین امتزاج ہے۔ ابھی ابتدائے عمر بھی ہے اور آغازِ شاعری بھی۔ بقول حالؔی

اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخم جگر کہاں

میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر حسین قادری صاحب نے ریاضتِ شعر اور مشقِ سخن جاری رکھی اور چراغ درد و آگہی فروزاں رہا تو وہ دن دُور نہیں جب تمنائے دلی بر آئے گی۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

مجھے کچھ امیری کی رغبت نہیں
تری یاد میں چشم تر چاہیے
دامنِ آرزو تیرا بھر جائے گا

تیرے حرفِ دُعا میں اثر چاہیے

ایک اور غزل کے دو عمدہ اشعار سنیے اور سر دُھنیے۔

کیسا وہ قرض تھا جو ادا کر دیا گیا
کیسا وہ فرض تھا جو قضا کر دیا گیا
لفظوں کی اب حسیؔن ضرورت نہیں رہی
اشکوں کو جب سے حرفِ دُعا کر دیا گیا

شاعری میں اگر پیغام اور مقصدیت نہیں تو وہ چشم بینا نہیں بلکہ فقط دیدۂ نرگس ہے۔ دیدۂ نرگس زیبا تو ہے لیکن بے بصیرت و بے بصارت ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

شعر را مقصود اگر آدم گریست
شاعری ہم وارث پیغمبریست

شاعری اگر صنم گری ہے تو لعنت اور اگر یہ آدم گری ہے تو رحمت۔ انگریز نقاد سڈنی (Sidney) اپنی کتاب 'دفاع شاعری' میں ادب برائے ادب کی ترجمانی کرتا ہے جب کہ ڈاکٹر جانسن (Dr Jhonson) ادب برائے زندگی کے پرچارک تھے۔ اُردو شاعری میں میر تقی میؔر، آتش، مومن،

مصحفی، انشاء، جرأت، جگر، فانی، اصغر، حسرت موہانی اور فراق گورکھپوری ادب برائے ادب کے نمائندے شمار ہوتے ہیں۔ جب کہ جوش ملیح آبادی، ساحر لدھیانوی، سردار جعفری اور فیض احمد فیض ترقی پسند تحریک کے زیر اثر ادب برائے زندگی کے نمائندگان تھے۔ شاعری تفریح طبع کے لئے نہیں بلکہ لطافت طبع کے لئے ہوتی ہے۔ شاعری مسخروں کا نہیں بلکہ مصلحین کا کام ہے۔ حسین محی الدین قادری نے بجا طور پر کہا ہے۔

مری تحریر میں علم و ادب کے پھول مہکیں گے
فقط لوگوں کو بہلانا مجھے اچھا نہیں لگتا

حسین قادری کی اکثر نظموں میں تحریک انقلاب کا آوازہ اور نقارہ ہے۔ وہ اپنے والدِ گرامی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی تحریکِ انقلاب اسلام کے نقیب ہیں۔ نقشِ اوّل میں حمد و نعت، منقبت، غزلیں، آزاد نظمیں اور نثری شاعری ہے۔ نظموں میں 'میخانۂ حیات' اور جاگے ہوئے لوگ پھر سو گئے۔ 'اَن دیکھی' 'ضمیر' اور 'دھرتی کا مان' خوبصورت نظمیں ہیں۔ ایک غزل کا خوبصورت مطلع ملاحظہ فرمائیے۔

مجھ کو زنداں میں رہنے کی ہے عادت سی حسینؔ
کیسے یہ زنجیر ٹوٹے گی کسی تدبیر سے

مجھے اُمید واثق ہے صاحبزادہ حسین محی الدین قادری صاحب مستقبل کے نمائندہ شاعر ثابت ہوں گے کیونکہ وہ مردِ دین و دانش ہیں۔

ڈاکٹر مقصود جعفری

ایم اے (انگلش) پی ایچ ڈی (فلسفہ) نیو یارک امریکہ

12 نومبر 2007ء

MINHAJ-UL-QURAN
PUBLICATIONS

پڑھیے! کتاب اٹھائیے سیکھیے! ادھورا نہیں پورا علم

www.minhaj.biz
ORDER NOW

اسلامی کتابوں کی
آن لائن خریداری کا مرکز

HOME DELIVERY

خصوصی ڈسکاؤنٹ

+92 322 438 4066